مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ستمبر ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

تبوک ۱۳۶۴ ہش

ستمبر ۱۹۸۵ء

○

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سکینڈے نیویا

○

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: سید عبدالحی

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

فہرست

○

شرح چندہ

پاکستان —— بیس روپے سالانہ

امریکہ، کینیڈا، جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک	پندرہ ڈالر سالانہ
	بحری ڈاک	آٹھ [ڈالر سالانہ]
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک	چھ پونڈ سالانہ
	بحری ڈاک	تین [پونڈ سالانہ]

قیمت فی پرچہ —— دو روپے

جلد نمبر ۲۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ نمبر ۹

تبوک ۱۳۶۴ ہش

ستمبر ۱۹۸۵ء

اداریہ

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا

چوہدری محمود احمد صاحب پنّوعاقل (سندھ) کے دردناک اور ظالمانہ قتل پر ابھی کچھ لکھ نہ پایا تھا کہ عزیزم محترم قریشی محمد اسلم صاحب شاہد کے المناک قتل کی خبر نے دل و دماغ میں ارتعاش پیدا کر دیا۔

ان دنوں میں دماغ نے کیا سوچا۔ دل میں کیا جذبات امڈے۔ ان سب کو صفحۂ قرطاس پر کس طرح لایا جاسکتا ہے۔ یہ خیالات نثر کی صورت میں بھی تھے اور زبان پر کچھ شعر بھی آتے رہے۔ ایک شعر یہ تھا اس سے جذبات کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

راہِ حق کے فدائیوں کی کیفیّت کی ترجمانی کچھ ان دو شعروں سے ہوتی ہے ؎

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
مَیں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

اور دانش کا یہ شعر ہے

دانش مَیں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
مَیں جانتا ہوں موت ہے سُنّتِ حضورؐ کی

راہِ خدا میں جان دینے والو اتم پر خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں۔ ظالموں نے بظاہر آپ سے زندگی چھین لی۔ آپ کے بچوں کو مُبتلائے آلام کیا لیکن بخدا آپ زندہ جاوید ہو گئے۔ آپ کے خاندان کو خدا نے آپ کی قربانی کی وجہ سے نواز لیا۔ اُس بندہ نواز کو آپ کی نیکیاں پسند آئیں۔ اُس نے کرامت کی خلعت اور عظمت کا تاج آپ کے خاندان کے سر پر رکھ دیا۔ اللہ کبھی کسی کی نیکی اور قربانی کو ضائع نہیں کرتا۔

مولانا عبدالمالک خاں صاحب اور مکرم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی معیت میں خاکسار کو ایک بار سندھ کے دَورہ میں چند لمحے محمود احمد صاحب کے ساتھ گذارنے کا موقع ملا۔ وہ ایک محنتی کسان، دلیر اور مخلص صاحبِ ایمان تھے۔ ایک شقی نے قریب سے اُن پر فائر کر کے ان کی جان لے لی۔ اِس طرح چوہدری محمود احمد صاحب اُس گروہ میں شامل ہو گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بشارت دی ہے۔

قریشی محمد اسلم صاحب کو جامعہ میں تعلیم دینے کی راقم الحروف کو سعادت نصیب ہوئی۔ مرحوم شریف النفس، محنتی اور دیندار نوجوان تھے۔ یہ ایسے کنبہ سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے عمل، اخلاص اور شرافت کی وجہ سے قادیان میں بھی ممتاز تھا اور ربوہ میں بھی۔ ان کے والد محمد احسن صاحب قریشی محلہ دارالفتوح کے صدر، وہاں کی بیت السجود کے امام اور سکول کے استاد تھے۔ سفید رنگ۔ صاف لباس، لمبا قد اور ہروقت سِلسلہ کی خدمت میں کمربستہ۔

قریشی صاحب مرحوم نے میٹرک کے بعد زندگی وقف کی تو حضرت فضلِ عمر کے ارشاد کے تحت جامعہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ سے فارغ ہوئے تو صدر انجمن کے تحت چھ سال تک پاکستان میں اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ادا کرنے کے بعد مئی ۱۹۶۹ء میں ماریشس روانہ ہو گئے۔ چار سال بعد ماریشس سے مرکز میں واپس تشریف لائے تو جلد ہی گی آنا (جنوبی امریکہ) کے لئے رختِ سفر باندھا۔ گی آنا سے ۱۳ جون ۱۹۷۸ء کو مرکز میں لوٹے اور جلد اپنے اہل وعیال کے ساتھ گی آنا روانہ ہو گئے۔ ۱۹۸۳ء کے آخر میں گی آنا سے آپ کا تبادلہ ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکہ) میں کر دیا گیا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے جماعت کے کاموں میں وسعت پیدا

کی۔ نوجوان نسل کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ نمازوں اور جمعہ میں حاضری میں نمایاں اضافہ ہوا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جلسوں کا انعقاد آپ کے وقت میں شروع ہوا۔ تربیتی کلاسیں منعقد کرکے نوجوانوں کو دینی مسائل سے آگاہ کیا۔ قرآنِ مجید کی سُورتیں حفظ کرائیں۔ آپ کے وقت میں نئے افراد بیعت کرکے داخلِ سلسلہ ہوئے۔

گذشتہ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح، درسِ قرآن وحدیث کے لئے روزانہ قریباً پچیس ۲۵ میل کا سفر کرتے رہے۔ صلوٰۃ تسبیح کی جماعت کو تلقین کی۔ تین احبابِ جماعت اعتکاف بیٹھے۔ ان کے نیک تغیّر کو دیکھ کر ایک دوست داخلِ سلسلہ ہوئے۔ جماعت کے روحانی معیار کو بلند کرنے کے لئے آپ کوشاں رہے۔ اپنے حُسنِ تدبّر سے جماعت میں وحدت و اتحاد پیدا کیا۔

سلسلہ کا یہ مخلص اور فعّال خادم اپنی عمر کے چھیالیسویں برس میں ۱۰؍جولائی کو ایک دوست کے گھر سے کار میں لَوٹ رہا تھا کہ رات کے اندھیرے میں تین کاروں میں قاتلوں نے ان کا راہ روک کر انہیں کار سے باہر کھینچ کر سر میں گولی مار دی۔ پھر قاتل نبض پر ہاتھ رکھ کر دیکھتے رہے کہ نبض ڈوب گئی یا نہیں۔ جب انہیں اطمینان ہوگیا کہ راہِ حق کے فدائی نے آخری سانس لے لیا تو جائے وقوعہ سے فرار ہوگئے۔ محترم قریشی صاحب کے ساتھ ان کا جوان لڑکا بھی تھا قاتلوں نے اُس کی کنپٹی پر بھی پستول رکھا لیکن تقدیر نے اسے بچا لیا۔

قریشی محمد اسلم صاحب مرحوم غالباً پہلے مربّی ہیں جو دشمن کے حملہ سے جانبر نہ ہوسکے۔ ان سے پہلے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ اور مولانا نذیر احمد صاحب ملتانی پر قاتلانہ حملے ہوئے لیکن اللہ نے انہیں بچا لیا۔ مکرم مرزا منور احمد صاحب اور مولانا نذیر احمد صاحب علی میدانِ جہاد میں طبعی موت سے فوت ہوئے لیکن قریشی محمد اسلم صاحب کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ظالم سفّاک ان کی جان لینے میں کامیاب ہوئے۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

راقم الحروف نے مرحوم کے چچا اور خسر سے تعزیت کے وقت عرض کیا کہ آپ کے خاندان کو خدا نے اِس شرف سے نوازا۔ ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۱۸؍اگست کو مرحوم کا جسدِ مبارک مرکز میں پہنچا اور ۱۹؍اگست کو ہزاروں عشّاقِ احمدیت نے زنانہ جلسہ گاہ میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ جنازہ محترم میر مسعود احمد صاحب وکیل التبشیر و وکیلِ اعلیٰ نے پڑھایا اور آپ کو بہشتی مقبرہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

مرحوم کے پسماندگان نے جس صبرِ جمیل کا مثالی نمونہ دکھایا وہی ایک مومن کے شانِ شایاں ہے ادارہ امام جماعت حضرت مرزا طاہر احمد صاحب، مرحوم کے سب خاندان، اہلیہ، بچگان، بہنوں اور بھائیوں سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہِ ربّ العزّت سے دست بدعا ہے کہ مرحوم نے جس بلند مقصد کے حصول کے لئے جان دی۔ اللہ اپنی رحمت سے اس کی تکمیل فرمائے۔ اللہ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے۔ اس کی رضوان کی رداء مرحوم کا کفن ہو۔ اللہ آپ کے اہل و عیال کا متکفل ہو انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اور جماعت کو صبر و حوصلہ سے اِس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق دے اور اللہ ان لوگوں کو بھی ہدایت عطا فرمائے جو کم علمی، جہالت اور تعصب کا شکار ہو کر ایسے افعالِ شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ہمیں رحمتِ خداوندی سے امید ہے کہ مرحوم کا خون رنگ لائے گا۔ اِس کائنات کے مالک نے اعلان فرمایا ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ؕ (سورۃ الزّلزال آیت ۸،۹)

چھ ستمبر

پچھلے ہفتہ مجھے میجر شفقت بلوچ کا ایک مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوُا۔ میجر بلوچ اُن جیالوں میں سے تھے جنہوں نے غنیم کو ۱۹۶۵ء کی جنگ میں B.R.B نہر کے اُس پار روکا تھا۔ اس مضمون میں تفصیل بیان تھی کہ کس طرح مٹھی بھر نوجوانوں کی معیت میں انہوں نے دشمن کے جرّار لشکر کو مصروف رکھا۔

جنگوں میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی پوری قوت کو مجتمع کیا جاتا ہے اس کی طاقت کے مطابق تیاری کی جاتی ہے لیکن اس کا وقت وہ نہیں ہوتا جب دشمن جنگ مسلط کردے یہ تیاری دشمن کی طاقت کا اندازہ کرکے پہلے کرنا ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ ۔ (الانفال آیت ۶۱)

کہ اتنی تیاری کرو کہ خدا کا دشمن تم پر حملہ کرنے کی جُرأت نہ کر سکے۔ اُسے تمہاری ہی کمزوری کسی بد ارادے

کے ارتکاب پر مشتعل نہ کرے۔

لیکن کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا پر توکّل کرتے ہوئے اپنے احساسِ فرض کے تحت تھوڑی جمعیت اور اسلحہ کی کمی کے باوجود میدانِ جنگ میں سپاہی کُود جاتا ہے اور اپنے عزم، دلیری اور خدا کی نصرت کے سہارے وہ میدانِ جنگ سے سرخرو ہو کر واپس ہوتا ہے اور اپنے ملک و قوم کی تاریخ میں ایک نئے درخشندہ باب کا اضافہ کرتا ہے۔

چھ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہمارے جیالوں نے مؤخرالذکر صورتِ حال میں دشمن سے اپنی جرأت و بہادری کا سِکّہ منوایا۔

وطن کی محبّت ایمان کا حصّہ ہے۔ اگر وطن سلامت ہے تو ہم سب سلامت ہیں لیکن اگر خدانخواستہ دشمن اپنے عزائم میں کامیاب ہوتا ہے تو وہ کسی پاکستانی شہری میں تفریق نہیں کرے گا۔

ہماری جماعت خدا کے فضل سے باشعور جماعت ہے۔ وہ اپنے فرض کو عُسر و یُسر، پسند یا ناپسند ہر حالت میں ادا کرنے والی ہے۔ اس میں ایمان ہے، اِعتدال ہے، حُبِّ وطن کا جذبہ ہے، ادائیگی فرض کا احساس ہے۔ ملک کی خاطر قربانی کے آثار اُس نے ہر حصّۂ ملک میں ثبت کئے ہیں۔ ایک بار پھر اس کے پیارے امام نے تاکید فرمائی۔ آپ اپنے تازہ ارشاد میں فرماتے ہیں:-

"احمدی ہر طرح سے پاکستان کے محبِّ وطن ہیں اور جس طرح احمدیوں نے ہر ملک میں پاکستان کے حق میں آواز بلند کی تھی کسی مذہبی جماعت کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی کہ اس نے احمدیوں کی طرح پاکستان کی ہر مشکل وقت مدد کی ہو۔ اور صرف پاکستانی احمدیوں سے ہی نہیں بلکہ ہر قوم کے احمدیوں نے پاکستان کے حق میں آواز اُٹھائی ہے۔ اب اس طرح ان کو باور کرایا جاتا ہے کہ احمدی سب سے بڑھ کر پاکستان کے مُحبّ ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ر اگست ۱۹۸۵ء)

درس القرآن (بقیہ صـــ ۱۲)

فرمایا: یہ سورتیں 'قُلْ' کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ ان کے پیغام کو آگے پہنچاتے جائیں۔ اگر ایسا کیا جاتا تو مسلمانوں کو کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ فرمایا: یہ ہماری جماعت کا فرض ہے کہ ان کے پیغام کو دُنیا تک پہنچاتی رہے۔

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعت احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۶ ر جولائی ۱۹۸۵ء

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے آیتِ کریمہ قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ (سورۃ الشعراء آیت ۶۳) تلاوت فرمائی اور فرمایا قرآن کریم نے علماء کی صفت متقی ہونا بیان فرمائی ہے نیز اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کہ خشیۃ اللہ رکھنے والے ہی علماء کہلائے جا سکتے ہیں۔ فرمایا قرآن کریم نے علم کو تقویٰ کے ساتھ باندھ دیا ہے۔

مخالفین کے تشدد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تشدّد ہوتا ہی اُس وقت ہے جب دلیل پاس نہ رہے۔ اہلِ حق کا مقام ہمیشہ رہا کہ یحیی من حیّ عن بیّنۃ زندہ وہی ہے جو دلیل سے زندہ ہے۔ فرمایا جہاں جہاں مخالفانہ پراپیگنڈا ہوتا ہے وہاں وہاں لوگوں کی توجہ ہو رہی ہے۔ حضور نے فرمایا ترکی، یوگوسلاویہ وغیرہ میں بھی احمدیت کے بارہ میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ جہاں ہماری آواز نہ پہنچی تھی وہاں بھی اب توجہ پیدا ہوئی ہے۔

فرمایا خدا کا فضل ہے کہ ہر احمدی خلافت کے ساتھ عجیب فدائیت کا رنگ رکھتا ہے اور میں جو بات بھی مُنہ سے نکالتا ہوں جماعت میری توقع سے بڑھ کر لبّیک کہتی ہے ہر چند کہ میری توقعات آپ سے بہت زیادہ ہیں مگر آپ ہر بار میری توقعات سے بڑھ کر فدائیت کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ اب جو میں نے کتابت کی کمپیوٹر مشین کے لئے تحریک کی تو وہ یورپین مراکز کے قیام کی تحریک کے فوراً بعد تھی اور ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی تحریک تھی اس پر جماعت نے نہایت فدائیت کا اظہار کیا ہے صرف لندن کی جماعت نے پچاس ہزار پونڈ کا وعدہ کیا ہے اور دو تین ملکوں کی طرف سے موصول

ہونے والے وعدے ہی ایک لاکھ سات ہزار پونڈ تک پہنچ چکے ہیں اور وصولیاں بھی جاری ہیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲ ر اگست

حضور نے سورہ حج کی آیت ۴۶ تا ۴۹ کی لطیف تشریح فرماتے ہوئے فرمایا:۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر کو تمہارے پیمانوں اور تمہارے اوزان پر تولا نہیں جا سکتا لیکن ایک بات حتمی ہے کہ ہے وہ اٹل۔ فرمایا خدا تعالیٰ کی دی ہوئی کسی خبر کو کسی وقت پر معیّن کر دینا درست نہیں ورنہ بَغۡتَةً کا مضمون ختم ہو جاتا ہے۔

فرمایا: خدا کی یہ تعلیم بتا رہی ہے کہ قوموں کی قسمت کے فیصلے بعض اوقات لمبے بھی ہو جاتے ہیں بعض اوقات انعامات کے دَور لمبے ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات عذاب کے دَور لمبے ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: بے صبری کر کے اپنے صبر، اپنے ثواب کو ضائع نہ کرو۔ اور لطف کو ضائع نہ کرو جو صبر کے نتیجہ میں تمہیں ملے گا ..... تمہارے لئے اتنا کافی ہونا چاہئیے کہ خدا اپنے وعدوں کے خلاف کبھی نہیں جاتا۔ ہو نہیں سکتا کہ خدا کی تقدیر ٹل جائے۔ بس کامل یقین کے ساتھ رہو، صبر کے ساتھ زندہ رہو تم کو خدا نشان دکھائے گا۔ آنے والی نسلوں کو نہیں تم ہوگے۔ تم زندہ رہوگے۔ اپنی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کے نشانات کو ظاہر ہوتا دیکھو گے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۹ اگست

سورہ احزاب کی آیات ۲۳ تا ۲۶ کی تلاوت اور تشریح فرماتے ہوئے فرمایا:

جماعتِ احمدیہ یوکے کی تاریخ میں پاکستانی لوگوں کی بیعت کے لحاظ سے یہ سال سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس سال میں اِتنی بیعتیں ہوئی ہیں جو گذشتہ دس سال میں بھی نہ ہوئی تھیں۔

فرمایا جماعتِ احمدیہ کے مقدّر میں جو عزم اور تسلیم اور رضا اور ایمان لکھے ہوئے ہیں یہ مقدّر کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے۔ فرمایا آنکھیں کھول کر زندہ رہیں اور غفلت میں اپنی قیمتی جانیں نہ دیں مستعد ہوں اور اپنی تمام صلاحیتوں اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہوں۔ دُشمن کے منصوبوں پر نظر رکھیں اور اپنی حفاظت کریں لیکن جذبۂ اِنتقام نہ پیدا ہونے دیں ہمارا اِنتقام عفو اور بخشش ہے۔ فرمایا: ہم سب کا خدا ہمارے ساتھ ہے جس طرح وہ پہلوں کے

ساتھ تھا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۶ر اگست

سورہ بروج کی آیات اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ سے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی تلاوت اور تشریح حضور نے بیان فرمائی۔ جماعت کی موجودہ مخالفت اور پراپیگنڈا کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا احمدی ہر طرح سے پاکستان کے محبِ وطن ہیں اور جس طرح احمدیوں نے ہر ملک میں پاکستان کے حق میں آواز بلند کی تھی کسی مذہبی جماعت کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی کہ اس نے احمدیوں کی طرح پاکستان کی ہر مشکل کے وقت مدد کی ہو اور صرف پاکستانی احمدیوں نے ہی نہیں بلکہ ہر قوم کے احمدیوں نے پاکستان کے حق میں آواز اٹھائی ہے..... فرمایا: ہم ہر حال میں پاکستان کے خیرخواہ ہیں فرمایا خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی حفاظت کا جو حق دیا ہے اس کے مطابق اپنی حفاظت کا بندوبست کریں ضرور کریں لیکن نفرت کا جواب نفرت سے نہیں اور گندی زبان کا جواب گندی زبان سے نہیں دینا کیونکہ آپ زندہ قوم ہیں اور زندہ قوم اپنی اقدار کی حفاظت کرتی ہے۔ فرمایا ہم تو غفور اور ودود خدا پر توکل کرتے ہیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ دَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کہ ان کی ایذاء دہی کو نظر انداز کردیں اور خدا پر توکل کریں۔

حضرت حبیبؓ کی اِستقامت

بیعتِ عقبہ میں جو عورتیں شامل ہوئیں ان میں ایک اُمِّ عمارہ تھیں۔ اُمِّ عمارہ نے اُحد کے روز حضورؐ کا دفاع کرتے ہوئے کندھے پر گہرا زخم کھایا تھا۔ ان کے بیٹے حبیبؓ کا واقعہ ہے کہ مسیلمہ کذّاب نے انہیں پکڑ لیا اور ان کا ایک ایک عضو کاٹ کر انہیں شہید کر دیا۔ مسیلمہ کہتا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں؟ حبیبؓ کہتے ہاں محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ پھر وہ کہتا کیا تُو گواہی دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں؟ تو وہ انکار میں جواب دیتے۔ ہر انکار پر وہ حبیبؓ کا ایک عضو کاٹتا۔ اِس طرح ایک ایک عضو کٹوا کر مسیلمہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے لیکن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے رہے اور مسیلمہ کی رسالت کا انکار۔

(ابنِ ہشام صـ۳۱۹)

درس القرآن

رمضان المبارک میں حضور نے سورہ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے مراد صرف یہ نہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا بلکہ ایسا راستہ بھی مراد ہے جس پر قائم رہنے کے لئے محنت اور کوشش درکار ہے کیونکہ مستقیم کا لفظ استقام سے نکلا ہے جس کے معنوں میں محنت اور کوشش کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس راہ پر قائم رہنے کے لئے ہمیں ایسے اشخاص کی بھی ضرورت ہے جو اس راستہ کو سیدھا رکھیں اور اس میں کجی نہ آنے دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں قَیِّم اور لَا عِوَجَ لَہٗ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

فرمایا: صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ چونکہ راستہ کے ٹیڑھے ہو جانے کے امکانات ہر وقت موجود تھے اس لئے یہ دُعا سکھائی کہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کی مدد کے ساتھ جن پر تیرے انعامات ہوئے۔

فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا میں بھی یہی اشارہ ہے کہ صرف رَبُّنَا اللّٰہ کہنا کافی نہیں اس کے ساتھ مستقیم ہونا بھی ضروری ہے اور مستقیم صرف راستہ کی ہی صفت اور خاصیّت نہیں بلکہ اُن کی خاصیّت ہے جو اس پر چلتے ہیں۔

فرمایا: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا تعلق اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی سے استقامت طلب کرو جس کا ایک ذریعہ تجدید اور خلافت ہے تجدید آنے جانے والی چیز ہے جبکہ خلافت میں استقلال ہے۔ راستہ کو سیدھا رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے .... خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ کی نعمت قائم کر رکھی ہے تا یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ کو سیدھا رکھیں اور اس میں کجی نہ آنے دیں۔

اِن آیات کا سُورہ فاتحہ کی پہلی آیات سے تعلق بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ صرف انسانوں کا خدا نہیں بلکہ ربّ العٰلمین ہے۔ ان تمام چیزوں کا جو اس نے پیدا کی ہیں وہ ربّ ہے۔ اسی طرح دُنیا کی تمام چیزیں ربوبیّت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیّت کی صفت کے تحت پیدا کی گئیں اور پھر سب انسانوں کی خدمت میں لگا دی گئیں اِس طرح ایک لحاظ سے انسان زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا مالک ہو گیا جبکہ وہ خود اللہ کا عبد ہے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کا استعمال کس طرح کرتا ہے۔ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

فرمایا: ھدایہ کے معنے تحفہ کے بھی ہیں۔ دُنیا میں خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ انسان کے لئے بطور تحفہ ہے۔ یہاں یہ دعا سکھائی کہ ہمیں ہدایت بھی بطور تحفہ عطا کر۔

اِسی طرح ہدایت کے ایک معنیٰ ھدی اِلی البیت کے بھی ہیں جیسے کوئی گھر کا رستہ بھول گیا ہو اور وہ اس کے راستہ کی تلاش میں ہو۔ اِسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہو اس کو بھی ضالّ کہتے ہیں۔ اِسی ضمن میں حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے حُسن کے بارہ میں احادیث سے نہایت پیارے نمونے پیش فرمائے اور آپ کے عشق سے معمور نہایت بصیرت افروز تفسیر بیان فرمائی۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے بارہ میں فرمایا کہ اس میں وہ تمام دنیاوی نعماء بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں۔ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً۔ اور دُنیا کی راہ نمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت بھی شامل ہے۔ سو ایسی تعلیمات جو انسان کو اعلیٰ درجات کی طرف لے جاتی ہیں وہ انعام کے دائرہ میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ان نعمتوں کو حاصل کرنے والے ہوتے ہیں اُن میں سے سب سے افضل و ارفع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعامات اپنے بندوں کو عطا کئے اُن کو روکنے والا کوئی نہیں۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ ایسے لوگ جو دوسروں کو ان نعمتوں سے محروم کرتے ہیں وہ مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ جنگوں اور مصیبتوں اور دیگر ذرائع سے سزا پاتے ہیں

رمضان المبارک کی ۳۰ تاریخ کو حضور نے قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کی تفسیر بیان فرمائی۔

سُورۃ الاخلاص : اس سُورت میں 'احد' کے لفظ سے خدا تعالیٰ کی توحید کے عظیم الشان بیان اور شرک کی کُلّیۃً نفی کے انداز کو واضح فرمایا۔

سُورۃ الفلق : فرمایا کہ یہ سُورۃ اخلاص اور سُورۃ النّاس کے درمیان ہے۔ اس کا ایک حصّہ سُورۃ اخلاص سے اور دوسرا حصّہ سُورۃ النّاس سے جُڑا ہُوا ہے۔

رَبّ الْفَلَق کے معنے LORD OF THE DAWN کے ہیں۔ فلق کے معنے دو چیزوں کو پھاڑنے اور علیحدہ کرنے اور ایک نئی زندگی عطا کرنے کے ہیں جیسے فرمایا کَانَتَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا یعنی ان میں زندگی پیدا کی۔ چونکہ تخلیق کے ساتھ خطرات بھی ہوتے ہیں اِس لئے ان کے منفی پہلوؤں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی۔

فرمایا : سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی چار صفات کا تعلق سورہ فلق کی چار آیات سے ہے رَبّ العٰلمین کا جوڑ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ سے ہے جبکہ اَلرَّحْمٰن کا تعلق مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ سے ہے اور الرّحیم اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن کا جوڑ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ اور وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ سے ہے۔

سُورۃ النّاس : اس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات ربّ النّاس، ملك النّاس اور الٰه النّاس کا ذکر ہے۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب دُنیا تین گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک وہ جو خدا تعالیٰ کو ربّ نہیں سمجھیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی عبادت بیشک کرو لیکن معاشیات کے معاملات میں لینن اور اینجلیز کی فلاسفی کو اپناؤ۔ گویا انہوں نے ربوبیّت کا خاتمہ کر دیا۔

ایک وہ جو کہیں گے کہ اللہ کو ضرور مانو لیکن قوانین اور ملوکیّت لوگوں کا حصّہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔

تیسرے وہ جو اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے SYSTEMS کی بھی عبادت کی حد تک پیروی کرتے ہیں۔

فرمایا : مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس میں دُنیا کی آئندہ تباہیوں کی پیشگوئی ہے اور انسانیت کو پیش آنے والے آئندہ حالات کا ذکر ہے۔ (باقی ص۔۔۔ پر)

پیارے آقا کی مصروفیت

۵ر جولائی تا ۱۲ر جولائی ۸۵ء

(مرتبہ: ھادی علی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ لندن)

ملاقاتیں:

اس ہفتہ پاکستان، کینیڈا، برطانیہ، امریکہ، ڈنمارک، پولینڈ، سعودی عرب، جرمنی، ابوظہبی، شام، یوگنڈا اور مختلف ملکوں سے آنے والے مختلف رنگ ونسل کے ۱۱۶ افراد نے حضور سے فیض وبرکت حاصل کی۔ ان میں احمدی، غیر احمدی اور غیر مسلم افراد جن میں مرد، عورتیں اور بچے سب شامل تھے۔ ملاقات کرنے والے احباب نے اپنے ذاتی، کاروباری، رشتہ ناطہ، اور طبی امور وغیرہ کے بارہ میں مشورے حاصل کئے۔ حضور نے بعض سے تبلیغی گفتگو بھی کی۔

دفتری ملاقاتیں:

وکالتِ علیا، وکالتِ تبشیر، ایڈیشنل وکالتِ تصنیف وایڈیشنل نظارت اشاعت اور تصنیف کمیٹی کی دوران ہفتہ مختلف اوقات میں حضور سے ملاقاتیں ہوئیں جن میں تبلیغی، تربیتی، انتظامی اور اشاعتی امور کا جائزہ لیا گیا۔ جماعتِ احمدیہ کے بڑھتے ہوئے نظام اور اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی جماعتوں کے تبلیغی، تربیتی اور انتظامی امور میں روزافزوں ترقی کے پیشِ نظر حضور نے متعلقہ شعبوں کو ہدایات فرمائیں اور گذشتہ کاموں کا جائزہ لیا گیا۔

جماعت کے خلاف الزامات کے جوابات پر مبنی لٹریچر اور اس کی اشاعت کا جائزہ لیا گیا اور اس کے بارہ میں حضور نے GUIDE LINES دیں۔ چنانچہ حضور کی ہدایت کے مطابق دو کتابچے "..... کے خلاف ہولناک سازشیں" اور "دنیائے مذاہب کے سنسنی خیز انکشافات" اور ایک فولڈر "سو سالہ جھگڑے کا آسان فیصلہ" تیار ہو چکے ہیں اور جلد ہی منظرِ عام پر آجائیں گے۔

حضور کی بابرکت قیادت میں جماعت جو جہاد بالقرآن کر رہی ہے اس کے مطابق جیسا کہ حضور نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ر جولائی میں جماعت کو یہ خوشخبری دی تھی کہ بفضلہ تعالیٰ روسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل ہو کر پریس میں دیا جا رہا ہے اسی طرح اٹالین زبان میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور پریس میں دیا جا رہا ہے۔ علاوہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا بھی اٹالین زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس کی طباعت اور اشاعت کا کام بھی انشاء اللہ جلد مکمل ہو جائے گا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خطوط:

اس ہفتہ اکنافِ عالم سے موصول ہونے والے خطوط کی تعداد دو ہزار ایک سو تیس ہے۔ یہ خطوط اردو، انگلش، عربی، سواحیلی، ہندی، فرنچ، جرمن، انڈونیشین اور بنگالی میں حضور کی خدمت میں موصول ہوئے۔

ان موصول ہونے والے خطوط کی روزانہ اوسط تعداد تقریباً ۳۰۰ بنتی ہے۔

ان خطوط کے جوابات پر حضور نے اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے اور بعض خطوط کے جواب اپنے دستِ مبارک سے بھی دئے۔

تقریبِ نکاح:

اس ہفتہ مکرم ملک نذیر احمد صاحب آف لندن کے بیٹے مکرم ندیم احمد صاحب ملک کے نکاح کا اعلان مکرم عطاء المجیب صاحب راشد امام بیت الفضل لندن نے مکرمہ مبشرہ رشید صاحبہ بنت مکرم مبارک رشید صاحب آف لاہور کے ساتھ کیا۔ اعلانِ نکاح کے دوران حضور ازراہِ شفقت بیت الفضل میں تشریف فرما رہے اور آخر میں اس رشتہ کے بابرکت ہونے اور جانبین کیلئے خوش بختی کی دعا کی۔

جنازہ:

حضور نے نمازِ جمعہ کے بعد مکرم ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب مرحوم کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔ آپ کی اقتداء میں تقریباً ڈھائی صد احباب جماعت نے نمازِ جنازہ غائب ادا کی۔

بیعتیں:

اس ہفتہ ایک پاکستانی نژاد عیسائی نوجوان نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ یہ بیعت نمازِ ظہر کے بعد بیت الفضل لندن میں لی گئی۔

اِس کے علاوہ (یو۔ کے) HAYES کی رہنے والی ایک انگریز عیسائی عورت BERYL ROSE SUDHERLAND حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بعد از ملاقات بیعت فارم پُر کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ ہر دو کو استقامت اور ایمان کی دولت سے مالا مال کرے اور اپنی محبت اور قُرب کے نشانوں سے نوازے۔

اجتماع مجلس انصار اللہ یو۔ کے میں حضور کی تشریف آوری :

مورخہ ۶، ۷ رجولائی کو مجلسِ انصار اللہ یو۔ کے کا سالانہ اجتماع اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں منعقد ہوا۔ پہلے روز حضور نے شام کے وقت اس اجتماع کو رونق بخشی اور مجلسِ عرفان منعقد فرمائی۔

مختلف دوستوں کے علمی و معلوماتی سوالات اور حضور کے بصیرت افروز جوابات کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ دس منٹ کی اِس بابرکت محفل کے بعد نماز مغرب و عشاء ادا کی گئی اور حضور لندن تشریف لے آئے۔

اگلے روز ۷ رجولائی کو حضور دوپہر تقریباً دو بجے دوبارہ اسلام آباد تشریف لائے اور اجتماع میں علمی و ورزشی مقابلہ جات میں انعام حاصل کرنے والے دوستوں میں انعامات تقسیم فرمائے اور اس کے بعد تقریباً ۴۵ منٹ کا خطاب فرمایا۔

خطاب سے قبل حضور کی اقتداء میں انصار اللہ کا عہد دُہرایا گیا۔

مجلسِ عرفان ۵ رجولائی بروز جمعۃ المبارک :

سوال ہوا کہ انصار اللہ کی تنظیم دو حصوں میں منقسم ہے ایک گروپ چالیس سال سے پچپن سال تک ہے اور دوسرا گروپ اس سے زیادہ عمر والوں کا ہے۔ انصار اللہ کی اس تنظیم کا علم ہمیں اب ہوا ہے۔

جواب : فرمایا کہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں یہ تقسیم فرمائی تھی مگر تعجب کی بات ہے کہ آپ کو اس کا علم اب ہوا ہے۔ مرکز نے اِس کی اطلاع تو کی ہوگی مگر آپ کو شاید علم نہیں ہوا۔ بہر حال یہ کافی عرصہ سے دو حصوں میں انتظامی سہولتوں کی وجہ سے تقسیم کر دی گئی ہے

سوال : T.V. میں چند روز قبل بشپ آف ڈرہم (DURHAM) کا پروگرام تھا جس میں اُس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کا انکار کیا تھا۔

فرمایا کہ بعض احمدیوں نے اُس سے رابطہ بھی کیا تھا مگر اُس کے نظریات ہمارے لئے مفید نہیں اور نہ ہمارے نظریات اُس کے لئے۔ وہ مذہب کے بارہ میں غیر سنجیدہ ہے اور اُس کے خیالات دہریت کی طرف مائل ہیں اور صرف RATIONALISM پر مبنی ہیں۔

سوال ہوُا کہ بشپ آف سٹالگن نے کہا ہے کہ اگر حضرت عیسٰیؑ کی ہڈیاں اور جسم مل جائیں تو عیسائیت ختم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس کے لئے ہماری جماعت کی طرف سے شائع شدہ کتاب "مسیح کشمیر میں" بہت مفید ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں حضرت مسیحؑ کا کشمیر میں مدفون ہونا مذکور ہے۔

یہ تو محض اُس بشپ کا زبانی جمع خرچ ہے ورنہ جب حقیقت سامنے آتی ہے تو یہ لوگ کوئی نیا عذر تلاش کر لیتے ہیں۔ مثلاً مقدّس کفن کے بارہ میں یہ خیال تھا کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ وہی چادر ہے جس میں حضرت مسیحؑ کو بعد از صلیب لپیٹا گیا تھا تو عیسائی اپنے عقائد سے توبہ کر لیں گے۔

لیکن جب NASA کے بلند پایہ سائنسی ادارے نے تحقیق کے بعد قطعی ثبوت مہیا کئے تو اُن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ یہ وہی چادر ہے جس میں حضرت مسیحؑ کو لپیٹا گیا تھا۔

ان قطعی ثبوتوں کے باوجود پھر بھی ایک شک کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہوسکتا ہے اُسی زمانہ میں اُسی وقت کسی اور شخص کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ گذرا ہو جیسا کہ حضرت عیسٰیؑ کے ساتھ گذرا تھا۔

علاوہ ازیں ایک اَور عذر جو کفنِ مسیحؑ پر موجود تصویری شواہد کے اثر سے بچنے کے لئے تراشا گیا یہ تھا کہ جب حضرت عیسٰیؑ مرنے کے بعد زندہ ہوئے تو اُن کے جسم سے گرمی کی وجہ سے شعاعیں اُٹھیں جن کی وجہ سے اُس چادر پر وہ منفی تصویر آ گئی۔

پس ایسے عذروں سے وہ اپنے مذہب کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ خود وقت پر کوئی ایسے اسباب پیدا فرمائے گا کہ حقیقت آشکار ہوجائے گی۔

ایک بچے نے سوال کیا کہ ایسے لڑکے کو کیسے تبلیغ کروں جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا مگر مُردوں کے بارہ میں اعتقاد رکھتا ہے۔

فرمایا کہ پہلے یہ سوچو کہ تم خدا پر کیوں ایمان رکھتے ہو۔ جب تم خود اس حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ گے تو دوسرے کو بھی بتانے کے قابل ہو جاؤ گے۔ جب خود قائل ہو جاؤ گے تو اُسی دلیل سے جس سے تم خود قائل ہوئے ہو دوسرے کو بھی قائل کر سکو گے۔

فرمایا کہ سلسلہ کے لٹریچر میں دو کتب اس موضوع پر بہت مفید ہیں

۱۔ ہستی باری تعالیٰ از حضرت فضلِ عمر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

۲۔ ہمارا خدا از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

فرمایا کہ علاوہ ازیں مَیں نے بھی اس موضوع پر سوالات کے جواب دیئے ہیں جو کیسٹس (CASSETTES) میں محفوظ ہیں اُن سے بھی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

تقدیر کے بارہ میں سوال ہوا کہ انسان اچھے یا بُرے میں سے اپنی سہولت اور سمجھ کے مطابق جو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے جو لکھ چھوڑا ہے اُس کے مطابق ہی اُس سے وہ اعمال سرزد ہوتے ہیں۔

فرمایا: علم اور تقدیر میں فرق ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے تقدیر لکھ چھوڑی ہے تو وہ اُس کے علمِ کامل کی بناء پر ہے لیکن اس سے ذمہ داری خدا کے علم پر نہیں آتی کیونکہ انسان خدا تعالیٰ کے علم کی وجہ سے اعمال نہیں کرتا بلکہ اپنی مرضی سے کرتا ہے اور اس کی مرضی اور اعمال کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ انسان آخر وقت تک اپنے کاموں میں اپنے ارادے کی تبدیلی کی طاقت رکھتا ہے اور وہ ارادہ قائم رکھنے یا بدلنے پر مجبور نہیں مگر جو اُس نے کرنا ہے وہ خدا کے علم میں ہے۔ اُس علمِ کامل کی بناء پر جو خدا تعالیٰ کو حاصل ہے انسان کے اعمال سرزد نہیں ہوتے۔ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا علم۔ علم اور عمل کی اس باہمی نسبت کے علاوہ بھی تقدیر کی قسمیں ہیں مگر تقدیر کی جو بھی نوعیت ہو جزاء سزا کے معاملات میں انسان کو کسی تقدیر کا اس طرح پابند نہیں کیا جاتا کہ پہلے لازماً مجبور کر کے گناہ کروائے جائیں اور پھر سزا دی جائے یا مجبور کر کے نیکی کروائی جائے پھر جزاء دی جائے۔

مجلسِ عرفان ۶ جولائی۔ اسلام آباد:

اسلام آباد میں مجلس انصار اللہ یو۔ کے کے سالانہ اجتماع کے پہلے روز شام کے وقت حضور انصار اللہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار اللہ کے سوالات کے جوابات دئے جس کا مختصر خلاصہ

پیش ہے :-

سوال ہوا کہ یہودی اپنے مذہب اور اعتقادات میں بڑے پابند ہیں۔ اگر ہم حضرت عیسیٰؑ کو چھوڑ کر صرف حضرت اقدس بانی سلسلہ کی طرف ہی اُن کو بلائیں تو ان کا احمدیت کی طرف آنا زیادہ آسان ہے۔

فرمایا کہ کسی پیغمبر کو ہم نظر انداز (BY PASS) نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے خدا تعالےٰ کے انبیاء بھیجنے کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حضرت اقدس کو مانیں گے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لائیں گے تب ہی حضرت اقدس کو مانیں گے۔ اِسی طرح یہ ایک سلسلہ ہے جس میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

فرمایا کہ یہودی تو عملاً آخرت پر بھی ایمان نہیں رکھتے لیکن نئی نسل چونکہ کچھ RATIONAL ہے اِس لئے ہمیں ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ قرآن کریم میں تو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہود میں بھی اچھے لوگ ہیں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ ہدایت پا جائیں اور خدا کے فضل سے احمدیت کے ذریعہ بعض یہودی آنحضرتؐ کے دامن سے وابستہ ہوئے ہیں۔ اسرائیل میں بھی اور امریکہ میں بھی۔ اور بعض تو بہت گرمجوش اور تبلیغ کرنے والے ...... ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے والے ہیں۔ پس اگر یہود کی نوجوان نسلوں کو تبلیغ کی جائے تو بہت مفید ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بہت محنتی لوگ ہوتے ہیں اور جس عقیدہ کو تسلیم کر لیں اُس کی خوب پیروی کرتے ہیں۔

ایک دوست نے سوال کیا کہ ہم بطور احمدی ایک اعلیٰ معیار کے حامل ہیں مگر ہم میں کیوں بعض کمزوریاں بھی دَر آتی ہیں۔

فرمایا یہ درست ہے مگر یہ کمزوریاں آتی اور وقت کے ساتھ چلی جاتی ہیں اس لئے وقت کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کس قدر بلند معیار معاشرہ بھی ہو وہاں بھی یہ PROCESS چلتا ہے کمزوریاں آتی ہیں اور جماعت کی جدّوجہد کے ذریعہ ختم ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو معاشرہ قائم ہوا وہ انتہائی بلند معیار اور ماڈل معاشرہ تھا مگر اُس وقت بھی ایسی کمزوریاں بعض موجود تھیں مثلاً منافقت تھی۔ حتیٰ کہ قرآن کریم میں ایک پوری سورۃ المنافقون اس کے متعلق نازل ہوئی مگر اُس نفاق کے خلاف جو جہاد اور جدّوجہد تھی وہ اس معاشرہ کے بلند معیار کی آئینہ دار تھی۔ پس یہ جدّوجہد اور جہاد جو کمزوریوں کے خلاف جاری رہتا ہے یہی ہماری جماعت کے اعلیٰ اور بلند معیار کا ثبوت ہیں۔

• ایک دوست نے بتایا کہ سعودی عرب کے ایک ڈاکٹر سے میری بات ہوئی تو میں نے اُسے بتایا کہ ۱۹۷۴ء میں حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے چند ساتھیوں کی قومی اسمبلی میں گفتگو ہوئی تھی۔ اگر اس کی کارروائی کو شائع کر دیا جائے تو اسّی فیصدی لوگ احمدی ہو جائیں۔

فرمایا کہ جب یہ کارروائی ختم ہوئی تو اس کی اشاعت کے لئے عوام و خواص کی طرف سے بہت مطالبے ہوئے مگر بھٹو صاحب نے اِس لئے شائع نہ کی کہ لوگوں پر تو حقیقتِ حال آشکار ہو جائے گی۔ بہر حال انہوں نے کسی کی طرف سے بھی اس کی تشہیر کو قابلِ تعزیر جرم قرار دے دیا۔ علاوہ ازیں بھٹو صاحب نے اس سے یہ فائدہ بھی اُٹھایا کہ اگر مولوی شور کریں گے تو اُن کو چُپ کرانے کے لئے اس کی اشاعت کی دھمکی کافی ہوگی۔

ایک ہے۔ ایک

ہشامؓ اپنے باپ عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو جب مشرکینِ مکہ اذیتیں دیتے اور کہتے خدا کی وحدانیت کا انکار کرو اور وہ جواب میں اَحد اَحد "اللہ ایک ہے۔ ایک" کا نعرہ بلند کرتے۔ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد ورقہ بن نوفل پاس سے گذرتے تو بلالؓ کو مخاطب ہو کر فرماتے بلالؓ خدا کی قسم وہ ایک ہے ایک۔ پھر غلام بلالؓ کے آقا امیہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے خدا کی وحدانیت کے اقرار کی وجہ سے اِسے قتل کر دیا تو مَیں اس کے حق میں اسے خدا کی رحمت سمجھوں گا۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کا اس طرف سے گذر ہوُا۔ انہوں نے یہی ماجرا دیکھا تو امیّہ کو کہا اِس غریب مسکین پر ظلم توڑ رہا ہے تجھے کیوں خدا کا خوف نہیں۔ کب تک ایسا کروگے۔ امیّہ نے جواب دیا۔ تُو نے ہی اِسے خراب کیا ہے اب اِسے تُو ہی بچا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بہت اچھا۔ میرے پاس ایک حبشی مشرک غلام ہے جو اس سے طاقتور ہے اُس سے تبدیل کر لے۔ امیّہ اِس سودے پر راضی ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے امیّہ سے لے کر بلالؓ کو آزاد کر دیا۔

(ابنِ ہشام مصری صفحہ ۲۱۱)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب انتقال فرما گئے

کل (یکم ستمبر) اثنائے سفر یہ اندوہناک خبر سُنی کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب وفات پا گئے۔ حضرت چوہدری صاحب زندگی کی بھرپور ترانوے ۹۳ بہاریں دیکھنے کے بعد دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن آیت ۲۸)

محترم چوہدری صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ان سے سلوک ہمیشہ لاڈ کا رہا۔ خدا نے آپ کو اِس دنیوی زندگی میں جو اعزاز و احترام عطا فرمایا وہ دُنیا میں شاذونادر انسانوں کو عطا ہوتا ہے۔ آپ کے سیاسی وقائع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔

سیاسی عظمت و مقام کے ساتھ آپ کا دینی اور روحانی مقام بھی بہت بلند تھا۔ ذکرِ الٰہی آپ کی رُوح کی غذا تھی۔ جامعہ احمدیہ میں ایک مجلس میں آپ تشریف فرما تھے آپ کے ہونٹ مسلسل ہلتے رہے۔ راقم الحروف نے اِستفسار کیا تو فرمایا جب سے مَیں نے یہ حدیث سُنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ستّر بار استغفار کرتے۔ مَیں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں۔

محترم چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دُنیوی طور پر عزّت اور شہرت کا بلند مقام عطا فرمایا لیکن آپ کی دینی حالت میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ اضافہ ہی ہوُا۔ جماعت میں ایک موقع پر کچھ فتنہ پیدا ہوُا احباب نے حضرت فضلِ عمر سے اپنی عقیدت و وابستگی کا تحریری اظہار فرمایا۔ اِس موقع پر حضرت چوہدری صاحب نے اپنے دلی جذبات کے اظہار میں حضرت بانیٔ سلسلہ کا یہ شعر بھی نقل کیا ؎

اندریں دیں آمدہ از مادریم
واندریں از دارِ دنیا بگذریم

کہ مَیں ماں کے پیٹ سے یہ دین لے کر آیا ہوں اور اِسی دین کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت چوہدری صاحب نے اپنی ساری زندگی آمد کا بیشتر حصّہ خدا کی راہ میں اور یتیموں، بیوگان اور مساکین پر خرچ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ردّ کر دوں۔ اکثر لوگ حضرت چوہدری صاحب کے اِس وصف سے ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے اور آپ کی یہ داد و دہش صرف جماعت کے لوگوں کے لئے نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی جائداد بیچ کر بھی اس راہ میں صرف کی اور پھر صدقہ جاریہ کے طور پر مستقل ایک ٹرسٹ قائم کر دیا۔ اِس وصف کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ بلد میں یوں فرمایا:۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝　　(البلد آیت ۱۳ تا ۱۷)

کونسی چیز تجھے بتلائے کہ یہ چوٹی و بلندی کیا ہے۔ خدا کے قُرب کی یہ رفعت غلام کو آزاد کرنا ہے۔ قریبی یتیم کو بھوک کے دِنوں میں کھانا کھلانا ہے یا ایسے مسکین کو جو خاک آلود ہے۔

اللہ جانتا ہے حضرت چوہدری صاحب کی اِس کوشش کی وجہ سے کتنے افراد اور خاندان مٹی سے اُٹھے اور بلندیوں کو چھونے لگے۔

دنیوی اعزاز اپنے صوبہ کی اسمبلی کی ممبر شپ سے لے کر وائسرائے کی ایگزیکٹو کی ممبر شپ تک حاصل کیا اور پھر مملکتِ خداداد کے پہلے وزیر خارجہ جنہوں نے پاکستان کو دُنیا میں متعارف کروایا۔ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کی ججی سے لے کر بین الاقوامی عدالتِ انصاف کے صدر تک آپ پہنچے۔ اِس طرح آپ کی والدہ محترمہ کا وہ رؤیا پورا ہوا جس میں آپ کو "چیف جج" کہا گیا تھا۔

اقوامِ متحدہ میں آپ کی صرف آواز ہی نہیں گونجی اقوامِ متحدہ کے ممبران نے اِن الفاظ میں بھی آپ کو خراجِ تحسین ادا کیا

الرجل الذی یصلّی فی ھیئۃ الامم المتحدۃ

وہ عظیم شخص جو اقوامِ متحدہ کی اسمبلی میں بھی نماز پڑھتا ہے جس کے تقویٰ اور پارسائی کا یہ وقار تھا کہ جب وہ کسی مجلس میں آتے تو انہیں دیکھ کر کئی ممبر جامِ مے چھپا لیتے۔

جنہیں کئی اِسلامی ممالک کی طرف سے ملک کا سب سے بڑا سول اعزاز پیش کیا گیا۔ مسئلہ کشمیر اور فلسطین میں آپ کی صدائے بازگشت اقوامِ متحدہ سے ہمیشہ سُنائی دیتی رہے گی۔

ایک موقع پر بیروت کے کثیر الاشاعت اخبار "بیروت المساء" نے لکھا:۔

"ہم وزیر خارجہ..... السیّد محمد ظفر اللہ خاں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ بیروت میں ان سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ ہم نے فصاحت و بلاغت سے پُر ان کا لیکچر بھی سُنا۔ آپ کا لیکچر سُنکر ہمارا دم بخود ہونا لازمی تھا۔ اقوامِ متحدہ کی مجالس آپ کی زور دار تقاریر سُنکر ورطۂ حیرت میں پڑ چکی تھیں۔ ہم نے آپ کو قرآنِ مجید کے علوم بیان کرتے سُنا....

ہم نے آپ کو پالم پیلیس ہوٹل میں نماز تہجد پڑھتے اور عبادت کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آپ کے پیچھے نماز میں آپ کے ساتھی بھی تھے۔

پھر ہم نے دیکھا کہ آپ اسلامی حکومتوں کے وزراء اعظم کی ایک کانفرنس منعقد کرنے میں کوشاں ہیں۔ پھر آپ نے مصر کی امداد اور تائید و حمایت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ اِس طرح مسئلہ تیونس کے متعلق اسلامی مفادات کے تحفظ میں آپ جس طرح سینہ سپر ہوئے وہ بھی ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔ یقیناً ظفر اللہ خاں مفکر دماغ کے حامل ہیں۔ آپ ترقی پذیر پاکستانی مملکت کے لئے لسانِ ناطق کا درجہ رکھتے ہیں۔"

پاکستان کے بانی حضرت قائدِ اعظم صاحبِ بصیرت عظیم لیڈر جس کی نظیر پیدا ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اِس عظیم جوہری نے اِس جوہر کی قدر کی۔ ملک کی تقسیم کے نازک مرحلہ پر مسلم لیگ کا کیس آپ کے سپرد کیا۔ اِس پر جس طرح ملک کی نامور شخصیتوں نے آپ کو دادِ تحسین دی وہ تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔ سچ ہے ؎

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

کہ سونے کی قدر زرگر جانتا ہے اور جوہر کی قدر جوہری۔

تقسیمِ ملک سے قبل کئی معرکۃ الآراء مقدمات میں آپ نے مسلمانوں کے کیس کی وکالت کی جیسے رسالہ ورتمان اور راجپال کی شائع شدہ کتاب اور نعوذ باللہ "رنگیلا رسول" کیس میں۔ ۱۹۴۸ء میں جب آپ نے برما کی جشنِ آزادی میں پاکستان کی جانب سے شرکت کی تو وہاں ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا

"ہماری ترقی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔"

آپ کے بارہ میں بعض حلقے یہ شکوہ کرنے لگ گئے کہ یہ تقریروں میں قرآن و حدیث پیش

کرتے ہیں جس کے جواب میں آپ نے فرمایا اگر پیش آمدہ معاملات کا حل اور سند قرآن و حدیث سے مل جائے تو اس سے بڑی سند اور کیا ہو سکتی ہے۔

آپ کی زندگی پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن رسالہ لکھا جا چکا ہے اور گذشتہ کل کاپیاں پریس میں جانا تھیں اس لئے بہت سے پہلو تشنہ رہ جائیں گے۔

آپ کو عمرہ سے کئی بار مشرف ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ تنہائی میں حرم میں عبادت کا بھی موقع ملا۔ آپ فرماتے ہیں خانہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے جو موقع دعا کا ملا وہ ناقابلِ فراموش ہے۔

۱۹۵۴ء میں آپ کو ہالینڈ میں دارالذکر کا سنگِ بنیاد رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ۲۲ جون ۱۹۵۷ء کو ہمبرگ کے دارالذکر کا افتتاح آپ نے فرمایا۔

آخر میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا ایک کشف اور حضرت فضلِ عمر کا ایک اقتباس آپ کے بارہ میں پیش کر کے اِن گزارشات کو ختم کرتا ہوں۔ حضرت مولانا راجیکی صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب جناب چوہدری صاحب ہندوستان کی مرکزی حکومت کے رُکن کی حیثیت میں دہلی میں مقیم تھے تو مَیں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب آپ کی کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑے ہو کر قرآن کریم سے سورہ یوسف تلاوت فرما رہے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں میرا یوسف۔ میرا یوسف اور اشارہ ...... چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی طرف کرتے ہیں"۔

(حیاتِ قدسی حصہ پنجم ص۱۰)

اِس کی گواہی خواجہ کمال الدین صاحب یوں دیتے ہیں:۔

"لندن شہر اِس وقت زیب و زینت اور دلکشی میں مصر سے بڑھا ہوا ہے لیکن چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اِس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تقویٰ اور طہارت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں"۔

حضرت قائدِ اعظم نے آپ کو My son (میرے بیٹے) کے لقب سے یاد فرمایا تھا تو حضرت فضلِ عمر نے بھی آپ کو کشف میں اپنے بیٹے کی ہیئت میں دیکھا۔ اِس کے بعد حضور اپنے سفرِ یورپ میں چوہدری صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو بغیر معاوضہ کے نہیں چھوڑے گا اور ان کی محبّت کو قبول

کرے گا اور اس دُنیا اور اگلی دُنیا میں اِس کا ایسا معاوضہ دے گا کہ پچھلے ہزار سال کے بڑے آدمی اس پر رشک کریں گے کیونکہ وہ خدا شکور ہے اور کسی کا احسان نہیں اُٹھاتا۔"

(الفضل ۲۲ رمئی ۱۹۵۵ء)

آخری قریباً تیرہ سال سے آپ قرآن، دین اور سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکے تھے اور اپنی تمام ترصلاحیت اور توانائی اشاعتِ اور تربیت کے لئے وقف کر دی تھی۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدّنیا والآخرۃ۔

مالک الملک تُو نے جس طرح جانے والے کو ساری زندگی اپنے لاڈ سے نوازا اگلے جہان میں ہر لمحہ انہیں آپ کی رضامندی، قُرب، محبت نصیب ہو۔ جس طرح دُنیوی زندگی میں آپ نے انہیں رفعتیں عطا کیں اگلے جہان میں بھی ان کے درجات بلند فرما۔

جانے والے تجھ پر خدا کی رحمتوں اور فضلوں کی بارش ہو

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آپ کا حشر اُس کے نیک اور مقرب بندوں کے ساتھ ہو۔

ماہنامہ انصار اللہ کے چندہ کی تجدید

ماہنامہ انصار اللہ کے جن خریداران کا چندہ ختم ہے ان کی خدمت میں بذریعہ کارڈ اطلاع بھجوائی جا رہی ہے جن دوستوں کو یہ اطلاع ملے وہ براہِ کرم بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام مینیجر ماہنامہ انصار اللہ اپنے چندہ کی تجدید کروا لیں۔

جن دوستوں کے چندہ کی تجدید نہیں ہو سکے گی دفتر کو مجبوراً ایسے دوستوں کے نام ماہنامہ انصار اللہ بذریعہ وی۔ پی بھجوانا پڑے گا۔ اسی طرح ان کو اپنے اصل چندہ کے علاوہ چھ روپے وی۔ پی کے زائد اخراجات ادا کرنا پڑیں گے جو خواہ مخواہ کا بار ہے۔ اِس لئے جملہ خریدارانِ انصار اللہ جن کا چندہ ختم ہے، سے درخواست ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنا چندہ منی آرڈر یا بنک کے ذریعہ بھجوا دیں۔

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر

مسعود احمد صاحب ہاشمی کی نوٹ بک میں یہ نصیحت کویت کی جماعت سے فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور احسان سے تمام وہ ہدایات جمع کر دی ہیں جس کی ضرورت بنی نوع انسان کے کسی طبقے کو کسی زمانے میں بھی ہو سکتی ہے۔ کیسے ہی حالات ہوں زمانہ خواہ کتنا بدلتا چلا جائے قرآن کریم آگے ہی آگے رہتا ہے کبھی نہ پیچھے رہا ہے نہ پیچھے رہیگا۔ اس لئے مومن کے لئے کامل دانشمندی یہی ہے کہ قرآن کریم میں ہر ہدایت تلاش کرے اور قرآن کریم کی ہدایت پر عامل رہے۔

خاکسار ظفر اللہ خان

5.3.64.

ہانگ کانگ

(مکرم سید داؤد مظفر شاہ صاحب)

ماخذ: (۱) دی انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا (۲) دی ٹائمز (۳) نیوزویک

ہانگ کانگ ایک برٹش کالونی ہے جو کہ چین کے صوبہ کوآن ٹنگ (KUWANTONG) کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ صوبہ چین کا جنوبی دروازہ کہلاتا ہے۔ برطانیہ نے یہ علاقہ چین سے ۹۹ سالہ لیز پر لیا ہوا ہے جس کی میعاد ۱۹۹۷ء میں ختم ہو رہی ہے۔

رقبہ: اس کا کل رقبہ ۴۰۴ مربع میل (۱۰۴۶ کلومیٹر) ہے۔ اس رقبہ میں وقتاً فوقتاً زمین کو قابلِ آبادی بنانے کی سکیم کے ماتحت اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اِس رقبہ میں جزیرہ ہانگ کانگ کے علاوہ آس پاس کے ۲۳۰ چھوٹے جزائر بھی شامل ہیں۔

قابلِ ذکر نام یہ ہیں:-

سٹون کٹرز آئی لینڈ (STONE CUTTERS ISLAND)

جزیرہ کولون (KOWLOON PENINSULA)

اِن جزائر پر مشتمل رقبہ نیو ٹیریٹریز (NEW TERRITARIES) "نیا رقبہ" کہلاتا ہے۔ اس کا رقبہ ۳۶۶ مربع میل ہے۔ ہانگ کانگ اور اس کے ملحقہ جزائر کا رقبہ ۲۹ مربع میل ہے۔ جزیرہ نما کولون اور سٹون کٹرز کا رقبہ پونے چار مربع میل ہے۔

حدودِ اربعہ: اس کے شمال مغرب میں ۹۰ میل کے فاصلے پر چین کی بندرگاہ "پورٹ سٹی کینٹن" (PORT CITY CANTON) ہے اور اس سے ۴۰ میل دور مغرب کی جانب دریا کے مدوجزر والے حصہ کے پار میکاؤ کی پرتگیزی ریاست ہے۔

آبادی: ۱۹۶۱ء میں آبادی ۳۱ لاکھ ۳۳ ہزار تھی پھر یہ آبادی ۱۹۷۱ء میں ۳۹ لاکھ ۵۴ ہزار

ہوگئی۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۷۱ء کے دوران آبادی ۱۵ لاکھ سے بڑھ کر تقریباً ۴۰ لاکھ ہوگئی۔ یہ اضافہ چین کے ملکی حالات میں تغیّر و تبدّل کی وجہ سے ہوا۔ اس اضافہ آبادی سے جہاں رہائش کی مشکلات پیدا ہوئیں وہاں ہانگ کانگ نے چین اور مغربی ممالک کے درمیان ایک تجارتی منڈی کا کردار بھی ادا کیا لیکن بعد میں چین کی اقتصادی پالیسی کی وجہ سے ہانگ کانگ کے لئے صرف تجارتی طور پر اپنی بقاء کو قائم رکھنا مشکل ہوگیا اس وجہ سے ہانگ کانگ کو تجارت نظر انداز کر کے انڈسٹری کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

بندرگاہیں: جزیرہ نما کوٹون میں دُور دُور تک پھیلی ہوئی بندرگاہ کی سہولتیں میسّر ہیں لیکن ہانگ کانگ کے دارالخلافہ وکٹوریہ کو دُنیا کی ایک بہترین قدرتی بندرگاہ ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔

لوکل انڈسٹری: ۱۹۷۱ء میں ہانگ کانگ کو لوکل انڈسٹری کی برآمدات ۱۹۶۰ء کے مقابل پر ۷۳ فیصدی سے بڑھ کر ۸۰ فیصدی ہوگئی۔

سیاسی حالت: ہانگ کانگ نے چین اور مغربی ممالک کے درمیان اپنے آپ کو رابطے کا وسیلہ بنا کر اپنی سیاسی بقاء کو برقرار رکھا۔ جہاں ہانگ کانگ نے اقتصادی طور پر فائدہ اُٹھایا وہاں مغربی ممالک نے ہانگ کانگ کو چین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا اڈہ بھی بنا رکھا ہے۔

جغرافیائی حالت (PHYSIOGRAPHY): مین لینڈ اور جزائر ہانگ کانگ کا وجود غرق شدہ چٹانوں اور آتش فشاں پہاڑوں کے اُبھرنے سے عمل میں آیا۔ یہ اُبھار زیادہ پرانے نہیں ہیں۔ ارضیاتی اصطلاح میں اس کا عرصہ ۱۳ کروڑ ۶۰ لاکھ تا ۱۹ کروڑ سال بنتا ہے۔ یہ پہاڑیاں بغیر کسی ساحل کے سمندر سے اُبھرتی رہی ہیں۔ ان میں متعدد پہاڑی چوٹیاں موسم کا مقابلہ کرنے والی آتش فشاں چٹانوں سے بنی ہیں۔ "تائی موشان" (TAI MO SHAN) کی بلند ترین چوٹی ۳۱۴۰ فٹ اُونچی ہے۔ زمین کے کٹاؤ کی وجہ سے ساحل کے ساتھ بہت سی ڈھلوان پہاڑیوں کی ہیئت میں بدل گئی ہے اس سے سمندری چٹانیں اور سمندری غار بنے ہیں۔

ہانگ کانگ کا قطعہ زمین زیادہ تر پہاڑی ہے اور بعض جگہ بہت ڈھلوان بھی

ہو جاتی ہے۔

ھانگ کانگ کی تقسیم: ہانگ کانگ کو دو حصّوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے جس کے درمیان کولون کا پہاڑی سلسلہ بطور حدِ فاصل کے ہے۔ (۱) بندرگاہ کا علاقہ کمرشل، انڈسٹریل اور رہائشی علاقہ جات جنوب کی طرف ہیں جبکہ (۲) زرعی علاقہ شمال کی طرف ہی محدود ہے۔ اس میں بعض جزائر بھی شامل ہیں۔

نکاسئ آب: نیو ٹیریٹری (NEW TERRITARY) (نیا علاقہ) کے بڑے دریا شمال مغرب کی طرف بہتے ہیں جبکہ شمال مغرب میں سطح کے قریب کا پانی سیرابی میدان کو عبور کرتے ہوئے دریائے شان شن (SHAN CHUN) اور عمیق خلیج (DEEP BAY) میں جا گرتا ہے۔ دریائے شان شن چین اور ہانگ کانگ کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ اس دریا میں تلاطم برپا رہتا ہے اس وجہ سے اس کا پانی دُور دُور تک کھاری (نمکین) چلا جاتا ہے۔

مٹی (SOIL): DEEP BAY (عمیق خلیج) کے آس پاس بڑی زرخیز زمین پائی جاتی ہے کیونکہ شوشان دریا اپنی قیمتی مٹی یہاں لا پھینکتا ہے یہاں بہترین فارم پائے جاتے ہیں۔ اس زمین کو حال ہی میں قابلِ کاشت بنایا گیا ہے ساحل سے تین میل دُور تک۔ اس جگہ کو بحری خصوصیت بھی حاصل ہے۔ دوسری جگہوں پر موسم کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے زمین کی زرخیزی میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ آتش فشاں پہاڑ ، شدید بارشیں، اور شدید گرمی بھی اثر انداز ہوئی ہے۔ زمین میں نمکینی بھی پیدا ہو گئی ہے جس کو درست کرنے کے لئے چونا، پوٹاشس اور سُپر فاسفیٹ کی ضرورت برائے کاشت پڑتی رہتی ہے۔

موسم: منطقہ حارہ کی شمالی سرحد پر ہانگ کانگ واقع ہے۔ یہاں کا موسم گرمیوں میں گرم مرطوب اور سردیوں میں سرد خشک ہوتا ہے۔ جنوری میں اوسط درجہ حرارت 60F ڈگری ہوتا ہے اور جولائی میں 82F۔ سالانہ اوسط درجہ حرارت 70F ڈگری ہوتا ہے۔

اوسط سالانہ بارش ۸۵ انچ ہے جس کا نصف سے زائد حصّہ جون، جولائی، اگست میں برستا ہے اور بقیہ بارش کا ۹۰ فیصدی اپریل تا اکتوبر میں۔ جولائی اور اکتوبر کے درمیان عموماً طوفان آتے ہیں اور کبھی کبھی نومبر میں شدید طوفانی بارشوں کی وجہ سے فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ سردیوں میں شدید کہر چھا جاتی ہے۔

نباتات وحیواناتی زندگی: ہانگ کانگ میں سارا سال روئیدگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ صدیوں سے درختوں کے کاٹنے اور جلانے سے جنگلات وہاں ناپید ہیں صرف گیارہ فیصد رقبہ میں جنگلات پائے جاتے ہیں۔ اس جنگل میں وقتاً فوقتاً آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ سخت قوانین کی وجہ سے اب پائن، یوکلپٹس، بانیان، کیسورینا اور پام کے درخت پائے جاتے ہیں جس کے کاٹنے کی سخت ممانعت ہے۔

زمین کا زیادہ تر حصہ منطقہ حارہ کی خودرو جڑی بوٹیوں کے زیر اثر رہتا ہے جس میں منگرود اور دیگر دلدلی خودرو جڑی بوٹیاں شامل ہیں۔ تقریباً ۵۰ مربع میل رقبہ زیر کاشت لایا جاتا ہے۔

حیوانات لبونہ (دودھ دینے والے جانور) کی ۳۶-۱ اقسام وہاں پائی جاتی ہیں چمگادڑ اور کترنے والے جانوروں کی کئی اقسام ہیں۔ جنگلی ہرن اور بندر بھی محدود تعداد میں پائے جاتے ہیں ۱۹۵۰ء سے شیر اور چیتے وہاں دیکھنے میں نہیں آئے۔

مویشی صرف فارم کے کاموں کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ گائے بھینسیں بھی پائی جاتی ہیں سور اور مرغیوں کی پرورش بھی خوراک کے لئے کی جاتی ہے۔

بود و باش: کولون کا پہاڑی سلسلہ شہری اور دیہی آبادی کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ ہانگ کانگ کی شہری ترقی محدود ہے کیونکہ وہاں ہموار زمین میسر نہیں۔ بڑے بڑے شہری خطے ہانگ کانگ جزیرہ اور جزیرہ نما کولون کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ دونوں ہی پہاڑی ہیں ۶۰۰ فٹ کی بلندی سے نیچے تک مسقف ایریا پایا جاتا ہے۔ یہ رقبہ چونکہ ۱۹ مربع میل سے زیادہ نہیں ہے اس وجہ سے زمین کو سدھارنے کا کام نفع بخش رہا ہے اور ساحلی علاقوں میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

چونکہ ساحلی علاقوں میں پانی بہت کڑوا ہے اس وجہ سے زمین کو سدھارنے پر اخراجات زیادہ اٹھتے ہیں۔ اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے زمینوں کی قیمتیں بھی بہت بڑھی ہوئی ہیں اسی وجہ سے زمین کو سدھارنے کے کاروبار میں سرمایہ کاری نفع بخش ہے۔

ہانگ کانگ کے زیادہ تر بازار اس قسم کی تیار شدہ اراضی پر واقع ہیں۔ وکٹوریہ کے زیادہ تر تجارتی مرکز یہاں ہی واقع ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں کوآن ٹانگ (KWONTONG) انڈسٹریل ڈسٹرکٹ کلیتہً اس قسم کی ریکلیم شدہ زمین پر بنائی گئی ہے۔

ہانگ کانگ کی شہری ترقی پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے تاہم کولون میں خالی جگہیں دستیاب ہیں

یہاں ترقیاتی کام تیزی سے ہو رہے ہیں۔ چونکہ کوؤن میں جغرافیائی پابندیاں کم ہیں اس وجہ سے وہاں کی گلیاں کشادہ اور سیدھی اور ہموار ہیں۔

ہانگ کانگ اور کوؤن دونوں شہر ابتدائی طور پر چینی کردار رکھتے ہیں۔ نیچے دکانیں ہیں اور اُوپر رہائشی جگہیں۔

نیو ٹیریٹری (NEW TERRITARY) میں رہائش اور بودوباش چھوٹے چھوٹے گاؤں اور چھوٹے چھوٹے شہروں تک محدود ہے۔ گاؤں زیادہ تر مربع شکل میں بنتے ہیں۔ سب سے قدیم گاؤں جس کی آبادی زیادہ تر کینٹونی چینیوں پر مشتمل ہے اس میں گیارھویں صدی سے لوگ آباد ہیں۔ بعض گاؤں ان میں سے قلعہ بند ہیں۔ ضلعی گاؤں زیادہ تر ہموار سیلابی خطہ میں پائے جاتے ہیں۔ چونکہ وہاں آئے دن سیلاب آتے رہتے ہیں اس وجہ سے زیادہ تر گھر مٹی سے بنائے جاتے ہیں اس طرح مٹی اُٹھانے سے جو گڑھے بنتے ہیں ان سے جوہڑ کا کام لیتے ہیں۔

ہاکا (HAKKA) لوگوں کے گاؤں شمالی مشرقی کوان ٹنگ (KWAN TUNG) اور فوکن (FOKIN) کے اضلاع میں عام طور پر تنگ وادیوں اور پہاڑوں کے دامن میں بنے ہوئے ہیں۔ یہ گولائی یا چوڑائی میں ہوتے ہیں مربع شکل میں نہیں ہوتے۔

باشندے: ہانگ کانگ میں ۹۹ فیصد باشندے چینی نسل کے ہیں جن کی اکثریت کوان ٹنگ اور فوکن کے اضلاع سے آکر آباد ہوئی ہے۔ باوجود اس کے نصف آبادی ہانگ کانگ میں ہی پیدا ہوئی ہے۔ چین کی طرح یہاں بھی مختلف قسم کے لوگ مختلف رسم و رواج اور اعتقادات اپنائے ہوئے ہیں۔ ان کی طرز بودوباش و گفتار عام فہم ہے یہ ضلعی گاؤں و شہروں میں بستے ہیں۔ دیگر چینیوں میں ہاکا (HAKKA) قبیلے کے لوگ کسان ہیں اور زیادہ تر پہاڑیوں پر آباد ہیں۔ ان کے علاوہ ہوکلو (HOKLO) ٹانکا (TANKA) قبائل کشتیوں میں بودوباش رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ہانگ کانگ کے ہزاروں کی تعداد میں باشندے ساحل سمندر پر آکر آباد ہوئے ہیں ان میں بعض نسلاً بعد نسلٍ زمینوں کے مالک چلے آ رہے ہیں آجکل جو لوگ کشتیوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کا تعلق اُن لوگوں سے نہیں ہے۔

غیر چینی افراد میں سے اکثریت برٹش کامن ویلتھ، یونائیٹڈ سٹیٹس اور جاپان سے آکر آباد ہوئی ہے۔

مذہبی گروپس: ہانگ کانگ کے لوگوں کے مذہبی اعتقادات اس قدر پیچیدہ

ہیں جس قدر کہ ان کے سیاسی نظریات۔ دس فیصدی آبادی عیسائی اعتقاد رکھتی ہے مسلمان چند ہزار ہی ہیں۔ بدھ ازم اور تاؤ ازم (TAOISM) سب مذاہب پر فوقیت لے گئے ہیں۔ ان کے مندر اور خانقاہیں اوسط چینیوں کے کردار پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔ ہر مندر کا ایک پروہت ہوتا ہے جس کے نام پر اس مندر کا نام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بُتوں کے نام پر بھی مندروں کے نام ہیں۔ ان کی پُوجا ان دنوں سے ہو رہی ہے جبکہ ہانگ کانگ میجر فشنگ پورٹ ہؤا کرتا تھا۔ سب سے بڑی دیوی تائن ہو (TIEN HOU) جو کہ آسمان اور ملاحوں کی دیوی کہلاتی ہے۔ اس کا مجسمہ ہر فشنگ بندرگاہ پر پایا جاتا ہے۔ ہانگ کانگ کے شمالی حصہ کے مندر میں ہر سال اس دیوی کا تہوار منایا جاتا ہے۔

شرح پیدائش : برتھ کنٹرول اور فیملی پلاننگ کی وجہ سے پیدائش کی شرح جو کہ ۱۹۶۰ء میں ۳۶ فی ہزار تھی ۱۹۷۱ء میں گر کر ۱۹ فی ہزار تک پہنچ گئی۔ شرح موت ۵ فی ہزار ہے۔ بچوں میں شرح اموات زیادہ ہے تاہم نصف سے زیادہ آبادی ۲۰ سال سے کم عمر کے افراد پر مشتمل ہے۔

آبادی : ہانگ کانگ کی ۸۰ فیصدی آبادی شہروں میں آباد ہے جہاں کی انڈسٹری کی کشش کاشت کاروں کے علاقے سے نوجوانوں کو یہاں کھینچ لاتی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں ہانگ کانگ کے ۸۰ ہزار باشندے کشتیوں میں رہائش پذیر تھے۔

معاشیات : ۱۹۵۰-۵۱ء میں ریاست ہائے متحدہ کی چین اور کوریا کے ساتھ تجارت کی وجہ سے اور عارضی طور پر تجارتی بندش کی وجہ سے ہانگ کانگ نے غیر محسوس طور پر حکومت کی سرپرستی میں اچانک اپنا رُخ انڈسٹری کی طرف موڑ لیا اس طرح ہانگ کانگ کی انڈسٹری بین الاقوامی تجارت میں اہم کردار ادا کرنے لگ گئی۔

ذرائع آمد : چونکہ خام مال باہر سے منگوانا پڑتا ہے قدرتی ذرائع میسّر نہیں ہیں اس وجہ سے نیوٹیریٹری (NEW TERRITURY) سے کوؤن کے شمال مشرق میں ۸ میل کے فاصلے پر ما۔ اُو۔ شان (MA O SHAN) کے مقام پر ایک چھوٹی سی فولاد کی کان ہے کچھ ڈیپازٹس برتن بنانے والی مٹی (KALOIN CLAY)، پنسل کا سُرمہ، سیسہ اور دیگر معدنیات پائی جاتی ہیں۔ کچّی دھات کا زیادہ حصہ جاپان بھجوایا جاتا ہے۔

پانی کا مسئلہ : پانی کی قلت کا مسئلہ چین کے ساتھ ایک معاہدہ کی وجہ سے محفوظ

ذخائر اور سٹوریج کی سہولتوں سے حل ہو گیا ہے۔

بجلی کی سپلائی: نارتھ پوائنٹ ایپ لی شاؤ (APELI CHAU) سے ہانگ کانگ کو ملتی ہے۔ کولون اور نیو ٹیریٹری کو ہاک یو این (HOKYUEN) کے جنریٹنگ پلانٹ سے جو کہ تا سنگ یی (TASINGYI) جزیرہ میں واقع ہے ملتی ہے۔

مچھلی: ہانگ کانگ کی میجر ضروریات کو مچھلی پورا کرتی ہے۔ گھریلو ضرورت پوری کرنے کے علاوہ اس کو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

قومی معیشت کو پورا کرنے کے ذرائع: شنگھائی کے چینی سرمایہ داروں کی طرف سے سرمایہ فراہم کرنے کی وجہ سے ۱۹۵۰ء میں انڈسٹریل ترقی بڑی تیزی سے وقوع پذیر ہوئی۔ جاپان اور متحدہ اقوام کی طرف سے ۱۹۶۰ء میں سرمایہ کاری کی وجہ سے ٹیکسٹائل، لباس اور بجلی کی مصنوعات کی انڈسٹری کو فروغ حاصل ہوا۔

ہانگ کانگ کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی لیبر پاور کی سپلائی ہے۔ اس وجہ سے بعض شدید نوعیت کی سوشل قباحتیں پیدا ہوئی ہیں۔

مصنوعات: ہانگ کانگ کی برآمدات کا ۴۵ فیصدی حصہ گارمنٹ (لباس) اور ٹیکسٹائل انڈسٹری کی مصنوعات پر مشتمل ہے اور ۴۵ فیصد لیبر کی گذر اوقات بھی اس پر ہے۔ دھاگے کی پیداوار کا بیشتر حصہ وہاں کی کھڈیوں پر ہی استعمال ہوتا ہے یہاں تمام دنیا کے لئے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں۔

دیگر ہلکی مصنوعات میں بجلی کے آلات، کھلونے، وِگیں، پلاسٹک کے پھول، ربڑ کی مصنوعات ہیں۔

بھاری مصنوعات میں شپ بلڈنگ اور جہازوں کی مرمت، سٹیل رولنگ، ایلومینیم کا اخراج اور سیمنٹ بنانا ہے۔ یہ انڈسٹریاں زیادہ تر کولون اور ہانگ کانگ جزیرے میں واقع۔ نیو ٹیریٹری کے چند شہروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

زراعت اور ماہی گیری: فارمنگ ریکٹریج مسلسل کم ہو رہی ہے۔ اس کا اثر چاول کی کاشت پر بھی پڑا ہے۔ سبزیوں میں زیادہ تر چینی پتوں کی طرح کی سبزیاں کاشت ہوتی ہیں۔ اس کالونی کی ۴۰ فیصدی ضروریات وہاں کے فارم پوری کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی کاشت سارا سال ہوتی رہتی ہے اس وجہ سے سال میں سے لے کر ۱۰ فیصد سبزیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔

بہت سے کسان سؤر اور مرغیاں بھی پالتے ہیں۔ دودھ دینے والے جانوروں کے بڑے بڑے باڑے بھی وہاں پائے جاتے ہیں لیکن چارہ ان جانوروں کو باڑوں کے اندر ہی دیا جاتا ہے باہر چرنے کا کوئی انتظام نہیں۔

مچھلی کو سمندر سے پکڑنے اور ان کو ڈبوں میں بند کرکے برآمد کرنے کا وسیع کاروبار کیا جاتا ہے اور جوہڑوں میں پرورش شدہ مچھلی بھی مارکیٹ میں فروخت ہوتی ہے عمیق خلیج (DEEP BAY) میں کستورا مچھلی پیدا کی جاتی ہے۔

مالیات۔ کرنسی : ہانگ کانگ ڈالر سرکاری سکّہ ہے۔ ۱۹۷۱ء میں ۷۰ بنک کام کرتے تھے جن کی ۴۳۱ برانچیں تھیں۔ ان میں مغربی ممالک کے بنک اور مالیاتی ادارے بھی شامل ہیں۔ اس سال ۶ سٹاک ایکسچینج ادارے بھی قائم ہوئے ہیں جن کا تعلق یورپ اور امریکہ کے سٹاک ایکسچینج اداروں سے ہے۔

غیر ملکی تجارت : پُرہجوم بندرگاہ ہونے کی وجہ سے ہانگ کانگ کی پوزیشن مُستحکم ہے۔ بین الاقوامی تجارتی لحاظ سے یہاں کی مصنوعات کی بڑی مارکیٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ ہے۔ دوسرے نمبر پر ۱۲ فیصد برآمدات اقوام متحدہ کو کی جاتی ہیں۔

برآمدات کا زیادہ حصّہ خوراک اور خام مال پر مشتمل ہوتا ہے۔ صرف تمباکو اور شراب پر محصول لگتا ہے۔

درآمدات : زیادہ تر جاپان، چین اور اقوام متحدہ سے ہوتی ہیں۔ جو خام مال بھجوایا جاتا ہے اس کا ۲۰ فیصد تیار مال کی صورت میں درآمد کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر چین کی بنی ہوئی مصنوعات درآمد کی جاتی ہیں جس کی وجہ سے چین کے ساتھ مستحکم رابطہ قائم رہے۔

لیبر کی اُجرت : پرائیویٹ کاروبار کرنے والوں کے لئے گورنمنٹ مناسب سہولتیں مہیا کرتی ہے۔ ماہر کاریگر اور غیر ماہر کو ان کی اُجرت ہر یونٹ کے سٹینڈرڈ یعنی معیار کے مطابق ادا کی جاتی ہے۔ اگرچہ یومیہ اُجرت دینے کا رواج ہے۔ مرد و عورت کو ہر پیس ورک کی برابر اُجرت دی جاتی ہے لیکن جب عورتوں کو کچھ مقررہ وقت کے لئے لگایا جاتا ہے تو اس کی اُجرت کم دی جاتی ہے۔ عورتوں کے اوقاتِ کار پر پابندی ہے لیکن مردوں پر نہیں۔ مرد دس گھنٹے بھی کام کرسکتے ہیں۔

۱۹۷۱ء میں ۲۷۶ ورکرز یونین تھیں جن کی تعداد ایک لاکھ ۹۸ ہزار تھی۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

—

بلا تبصرہ

(ترجمہ) بیگم رعنا لیاقت علی خان کا بیان:

کراچی ۹ جولائی۔ احمدی معززین کے پُر اسرار حالات میں قتل اور اِس امن پسند جماعت کے سینکڑوں افراد کی گرفتاریوں پر بیگم رعنا لیاقت علی خان نے شدید رنج اور گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔

یہاں منگل کے روز ایک اخباری بیان میں انہوں نے اِن حالات کی معاشرے کے تمام طبقوں کی طرف سے کھُل کر مذمّت کرنے اور اس ظلم و تشدّد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی اپیل کی ہے۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان نے کہا کہ تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ جس وقت جماعتِ احمدیہ تحریکِ پاکستان کی بھرپور حمایت کر رہی تھی اُس وقت مُلّاؤں کی یہی اکثریت جو آج ان کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے قیامِ پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ دونوں عظیم قائدین احمدیوں کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہوں نے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا پہلا وزیرِ خارجہ مقرر کر کے اس کا اظہار کیا۔ اِس خوش قسمت دَور میں پاکستان جنونی مذہبی ریاست نہیں بنی تھی اور اس وقت نہ صرف مسلمان جن میں شدید مذہبی اختلافات موجود ہیں بلکہ ہندو بھی پاکستان کی وزارتوں پر فائز ہوتے تھے اور اقلیتوں کے حقوق کا پوری کوشش سے تحفّظ کیا جاتا اس پر صرف زبانی بیان بازی ہی نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام آزادئ ضمیر کا مذہب ہے۔ ہر شخص کے ذاتی عقائد کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ ایک اِسلامی ملک میں کلمۂ طیّبہ کے بیج لگا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر ایمان کا اظہار کس طرح قابلِ تعزیر جُرم بنتا ہے؟ اِسلام کے نام پر اِس انتہائی غیر اسلامی فعل پر دل خون ہؤا جاتا ہے۔ اِس سے بڑھ کر اسلام کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ اِس بات کے سمجھنے کے لئے کسی گہرے تدبّر کی ضرورت نہیں کہ اگر آج احمدیوں کے خلاف یہ غیر معقول پالیسی اختیار کی جا سکتی ہے تو کل دوسرے فرقوں کے پاس کیا ضمانت ہے کہ ان کے ساتھ یہی غیر اخلاقی اور ظالمانہ سلوک نہیں کیا جائے گا؟؟ بیگم رعنا لیاقت علی خاں نے بیان کے آخر میں کہا

کہ عورتوں، اقلیتوں، اِنقلابی دانشوروں، چھوٹے مذہبی فرقوں اور حکومتی حلقوں سے باہر سیاستدانوں کی جائز جدّوجہد کی دلیرانہ حمایت ہی انسانی حقوق، آزادیٔ تقریر اور آزادیٔ مذہب وضمیر کی ضامن ہے ورنہ ملک وملّت کا شیرازہ بکھر جائے گا جس کے تباہ کُن نتائج مرتّب ہوں گے۔

(ڈان ۱۰ر جولائی ۱۹۸۵ء)

جنابِ ڈاکٹر فاروق حسن "اِسلام دَورِ حاضر کی نظر میں" کے عنوان کے تحت "جنگ ۲۵ر جولائی ۱۹۸۵ء میں رقمطراز ہیں :-

گذشتہ آٹھ سال سے ہم نفاذِ اسلام کے چرچے اپنے ہاں سُن رہے ہیں حکومت نے اپنی دانست میں نفاذِ اسلام کے لئے جو اقدامات کئے ہیں ان سے پاکستان میں نفاذِ اسلام کی مضبوط بنیاد رکھ دی گئی ہے حکومت یہ بھی کہتی ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرنا چاہتی ہے کہ آنے والی کوئی حکومت ان اقدامات کو کالعدم قرار نہ دے سکے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت نے نفاذِ اسلام کے لئے جو اقدامات کئے ہیں کیا وہ اتنے دُور رس اثرات پیدا کر سکے ہیں کہ جن سے پاکستانی عوام کی اکثریت کی زندگیاں بدل گئی ہوں۔ کیا ان اقدامات نے پاکستان کے عوام کی اقتصادی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں کسی نئی فکر یا سوچ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ کیا عوام کی اکثریت حکومت کے ان اقدامات سے مطمئن ہے اور وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ اسے اسلام کی برکتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ کیا معاشرے کے نقوش اسلامی نظام کے مطابق اُبھر رہے ہیں۔ کیا ہماری روزمرہ زندگی میں حکومت کے ان اقدامات کا کوئی اثر نظر آ رہا ہے؟ حکومت نے نفاذِ اسلام کے لئے جو ترجیحات متعیّن کی ہیں کیا وہ نفاذِ اسلام کے حقیقی مقاصد اور مؤثر پیش رفت سے ہم آہنگ ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان تمام سوالات کے سامنے نفی کی علامت نظر آتی ہے۔ زبانی کلامی ہمارے یہاں نفاذِ اسلام کے بڑے چرچے ہیں اور شاید حکومت بھی اپنے آپ کو یہیں تک محدود رکھنے میں دلچسپی رکھتی ہے۔ نظریاتی طور پر اس قسم کی باتوں، دعووں اور چرچوں کو حکومت اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر سکتی ہے اور ممکن ہے وقتی طور پر اسے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو جائے لیکن عملی اعتبار سے یہ تمام دعوے کھوکھلے ہیں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ ہم کون سا اسلام چاہتے ہیں کیا ہمیں خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیز کا اسلام عزیز ہے؟ اور ہم وہی اسلام نافذ کرنے کا عزم و ارادہ رکھتے ہیں۔ ایمان داری کا تقاضا یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کے لئے ہم اسلام کی

چودہ سو سالہ تاریخ پر بھرپور نظر ڈالیں حقائق کو سامنے رکھیں جذبات کو الگ رکھ کر صورتحال کا تجزیہ کریں۔ اپنے معروضی حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم پورے خلوص سے حالات کا تجزیہ کریں اور اپنی تاریخ کو کھنگالیں تو ہم دیکھیں گے کہ ایک مختصر دور کو چھوڑ کر ملّتِ اسلامیہ بادشاہت کے زیرِ سایہ زندگی گزارتی رہی ہے ہم اسے خلافت کا نام دے سکتے ہیں اور دیتے آرہے ہیں لیکن کیا وہ واقعی اس نظامِ خلافت کی کڑی یا حصہ تھا جو نظامِ خلافت خلفائے راشدین کے دور تک قائم رہا یقیناً ایسا نہیں ہمیں قرآن و حدیث میں بھی ایسا تصوّر کہیں نہیں ملتا کہ ہم ایک بادشاہت اور شہنشاہیت کو نظامِ خلافت کا نام دے ڈالیں۔ ہم اپنی عقیدت کے اظہار کے طور پر بھی اگر ایسا کریں گے تو یہ غلط ہوگا اِس لئے کہ عقیدت کے ڈانڈے حقیقت سے کبھی نہیں مل سکتے اور اگر انہیں ملانے کی کوشش کی جائے تو ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ہم تسلیم کرتے ہیں اور فخر سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اسلام دینِ ابراہیمی کی چوتھی کڑی ہے بلاشبہ ہمارے لئے یہ بہت بڑا اعزاز اور اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کون سے پہلو ہیں جو اسلام کی پہلی تین کڑیوں پر فوقیت اور برتری عطا کرتے ہیں۔ دراصل یہی وہ نقطہ ہے جسے سمجھ لیتے اور اس پر عمل کرتے ہیں آج کے دور میں ہماری اور خود اسلام کی نیک نامی ہے محض زبانی کلامی یہ دعوے کرنا کہ اسلام کو باقی تمام مذاہب پر برتری اور فوقیت حاصل ہے کوئی وزن نہیں رکھتا جبکہ آج کی دنیا میں مسلمان ہر جگہ پسماندہ و مغلوب ہے اور غیر مسلم قوموں نے فطرت کی قوتوں کو تسخیر کر کے اپنے لئے وہ مقام حاصل کر لیا ہے جہاں تک ہماری فکر اور سوچ کی بھی رسائی نہیں۔

اگر ہم اسلام اور قبل از اسلام اور بعد از اسلام تمام مذاہب اور مذہبی مکتبہ ہائے فکر کا جائزہ لیں تو ہمیں جو چیز سب سے زیادہ اپیل کرتی ہے وہ اسلام کا سیاسی، سماجی اور اقتصادی ڈھانچہ ہے جو اسلام سے پہلے کسی قوم کو میسّر نہ تھا۔ اسلام نے اپنے سماجی، اقتصادی، اور سیاسی پروگرام کی بدولت دُنیا میں کامیابی حاصل کی تھی اور ان تمام پروگراموں کے لئے بھی ترجیحات کا تعین کیا تھا۔ یہ بڑی طویل اور پیچیدہ بحث ہے جس کے لئے یہاں گنجائش نہیں بس اتنا واضح کر دینا کافی ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے تبلیغ اسلام کے لئے جو لائحہ عمل اختیار کیا اور بتدریج اسلامی معاشرہ برپا کرنے کے لئے جو اقدامات کئے اسی لائحہ عمل کو آج بھی اختیار کرانے کی ضرورت ہے۔ ایک فاقہ کش اور بھوک کے مارے معاشرے میں زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی اور ناظمینِ صلوٰۃ کا تعین کوئی معنی نہیں رکھتا پہلے لوگوں کی معاشی اور اقتصادی ضروریات کو پورا کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ سوچنا چاہیئے

کہ ہم کون سا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں اور ہماری ترجیحات کیا ہونی چاہئیں۔ ہم نے افریقہ، ایشیا اور یورپ میں مسلمان بادشاہوں اور مطلق العنان حکمرانوں کو آزما لیا دیکھ لیا اسلام کا نفاذ شاید کبھی ان کا مقصد نہیں رہا آج ہمیں اس اسلام کی ضرورت ہے جسے اقبالؒ نے اپنے الفاظ میں اِس طرح پیش کیا

اُٹھو میری دُنیا کے غریبوں کو جگا دو

دراصل اسلام نے انسانوں کے حقوق پر جس قدر زور دیا ہے آج اس پہلو کو ہماری ترجیحات میں سرِ فہرست رکھنے کی ضرورت ہے ان حقوق میں معاشی و اقتصادی حقوق سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جب تک غریب عوام کے حقوق کا تحفظ نہیں ہوتا اور معروضی حالات کے پیشِ نظر عوام کے معاشی و اقتصادی اور معاشرتی حقوق کی نہ صرف بات نہیں کی جاتی بلکہ یہ حقوق انہیں دے نہیں دیئے جاتے اِسلام کا بول بالا ممکن نہیں۔ اسلام محض نعروں اور دعووں سے نافذ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی رُوح کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے اور معروضی حقائق و حالات کو نظر انداز کر کے ترجیحات کا تعین اسلام کے نفاذ کو کبھی ممکن نہیں بنا سکتا۔

"فرقہ پرستی کی وباء انگلستان بھی جا پہنچی" عنوان کے تحت بشیر راٹھور صاحب لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اختلافات اپنے ملک سے پھیل کر اب انگلستان تک جا پہنچے ہیں۔ وہاں غیر مسلموں میں اسلام کے متعلق کیا بتایا جاتا ہوگا۔ ہم مسلمان جو اُٹھتے بیٹھتے اسلام و دینِ متین کہتے نہیں تھکتے اس بات کا عملی ثبوت (بدقسمتی سے) ہم انگلستان جیسے غیر ملک میں دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے باہمی سر پھٹول سے وہ لوگ اسلام کے خلاف ہر وہ موقع ضائع نہیں کرتے جو انہیں ملتا ہو اور اِس طرح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ لیکن اس میں قصور کس کا ہے؟ ہمارے "علماء" کا جو اپنے ملک میں تو مسلمانوں کے تفرقہ کو ہوا دے کر اپنے مفادات حاصل کرتے ہی ہیں اب تو بیرونی ممالک جا کر بھی انہوں نے اپنے ٹھکانے بنا لئے ہیں جہاں وہ ماہانہ اور سہ ماہی دَوروں کی صورت میں جا کر ایک فرقہ والے دوسرے فرقہ کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں بلکہ اب تو "جھگڑے اور فساد" جیسے تماشے بھی ہونے لگے ہیں۔ اِس سلسلہ کا ایک تازہ واقعہ وارسٹر (انگلینڈ) میں ایک مسجد کی ملکیت پر دو متحارب و مخالف فرقوں کا جھگڑا ہے۔ اس تین سال پُرانے جھگڑے نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ وہاں کی حکومت نے مسجد کی "تالہ بندی" کر دی ہے کیا

ہم مسلمان اتنا کچھ کرنے کے بعد ذرا سی بھی خفت محسوس نہیں کرتے ؟
اللہ کا تو حکم ہے کہ "آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔ اللہ کے دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔"
اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنے کردار و عمل سے جگ ہنسائی کا کوئی موقع نہیں گنواتے اور اس پر شرمسار ہونے کی بجائے فخر کرتے ہیں۔ اب تو ایک دوسرے کے مخالف فرقوں کو "مکاتب فکر" جیسا نام دے دیا گیا ہے کہ یہ فرقے نہیں بلکہ "مکاتب فکر" ہیں جب کہ عملی طور پر صورتِ حال یہ ہے کہ ایک فرقے کے پیروکار ہر دوسرے فرقے کے ماننے والوں کو مسلمان ہی نہیں مانتے۔

کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ

۱۔ ہمارے علماء (خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہوں) کوئی ایسی صورت نکال لیں کہ ایک دوسرے کے خلاف کیچڑ اُچھالنا بند کر دیں۔

۲۔ جب ایک دوسرے کے خلاف نفرت انگیزی تھم جائے تو اس "فائر بندی" کے دَوران باہم مل بیٹھ کر کوئی ایسی صورت نکال لیں کہ ہماری شناخت بجائے فرقہ کے نام کے صرف "مسلمان" کے طور پر ہوسکے۔

۳۔ علماء کا ذاتی کردار اس معاملے میں "عملی ثبوت" ہوگا۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اسلام کو نافذ العمل کرنے کی جو ضرورت اِس وقت ہے وہ پہلے شاید کبھی نہ تھی۔ ڈیڑھ ہزار سال میں اب حالات کچھ سازگار نظر آتے ہیں کہ حضورؐ اور خلفائے راشدین کے زمانے کا اسلام نافذ ہوسکے۔ اس سنہری موقع کو ہم مسلمانوں کو (خصوصًا پاکستانی مسلمانوں کو) ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ لیکن باہمی نفرت، تکفیر کی باتوں اور ایک دوسرے کی داڑھیاں نوچنے سے تو ہم یہ منزل حاصل نہ کرسکیں گے۔ کیا اب بھی ہم کتاب اللہ کی طرف لوٹ کر نہ جاسکیں گے کہ کم از کم قرآن حکیم کی حد تک تو تفرقہ نہیں پایا جاتا ؟

وحدتِ ملت کا خواب کب شرمندہ تعبیر ہوگا ؟

بطور مسلمان ہم بالکل مایوس نہیں کہ احیائے اسلام کا خواب خواب نہیں رہے گا اور ہم یہ منزل ضرور پالیں گے کہ بقول اقبال

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

باہمی رواداری اور برداشت اگر پیدا کر لی جائے تو یہ مقصد جلد حاصل ہوسکتا ہے اس کے لئے ہمارے تمام فرقوں کے "لیڈروں" کو فرقہ پرستی سے پرہیز کرتے ہوئے باہمی اتفاق سے کام

لینا ہوگا۔ ایک دوسرے کی بات سُننے کی حِس پیدا کرنا ہوگی۔ نفرت کی کمان کو توڑ کر پھینک دینا ہوگا اور یہ بہت بڑا کام ہوگا۔

اِسلام کو فقہی اور مذہبی پیچیدگیوں سے پاک اور فرقہ پرستی پر ضرب لگانے کا کام حکومت کا بھی ہے اور اسلام کے نفاذ کی مدعی حکومت کو تو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ باہمی نفرت ختم کر کے مسلمانوں کو اُمّتِ واحدہ کی عملی شکل دی جائے۔ اب بھی وقت ہے کہ فرقہ پرستی کے زہریلے ناگ کے دانت نکال دیئے جائیں اور باہمی اتفاق، محبّت، یگانگی، اخوّت کو رواج دیا جائے۔

یہ کام جتنا آسان نظر آتا ہے جب اسے عملی طور پر اختیار کیا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ کتنا مشکل ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اپنے فرقہ کے خول میں بند ہے اور دوسرے کی کوئی بات سُننا گوارا نہیں کرتا جب باہمی اخوّت کو رواج دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ فرقہ پرستی کو زد پہنچے گی۔ اِس طرح اللہ نے چاہا تو ایک روز بہت جلد ایسا آئے گا کہ ہماری شناخت بجائے دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور دیگر ناموں کے بجائے صرف مسلمان کی حیثیت سے ہوگی۔ (روزنامہ جنگ لاہور)

- تحریکِ پاکستان میں اِسلام کے نام پر ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو دھوکہ دیا گیا تھا۔
- آج پھر اسلام کے نام پر گمراہ کیا جا رہا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن

ملتان (نمائندہ جنگ) مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ موجودہ حکمران اسلام کو جس قدر نقصان پہنچا رہے ہیں پہلے کسی نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ قوم کو اسلام سے دُور کیا جا رہا ہے۔ آج رات قومی کونسل برائے شہری آزادی کے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تاریخ میں دو دفعہ اسلام کے نام پر دھوکہ کیا گیا ہے۔ تحریکِ پاکستان میں اسلام کے نام پر ہندوستان کے ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو دھوکہ دیا گیا اور آج پھر اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے اور پُرانی روایت دُہرائی جا رہی ہے۔ آج مسلم لیگ کی بزرگ قیادت بھی یہ کہنے پر مجبور ہو رہی ہے کہ یہ ملک اسلام کے لئے بنا ہی نہیں کیونکہ قوم آج اس کے نقشے میں کچھ اَور دیکھ رہی ہے لیکن قوم نے تحریکِ پاکستان کے دَوران اسلام کے نام پر لاکھوں جانوں کی قربانیاں دیں اور ملک حاصل کیا اِس لئے ہم اسلام کی لاج رکھیں گے۔

(جنگ ۱۶ر جولائی ۱۹۸۵ء)

بچّوں کا صفحہ

پیارے بچّو! آپ نماز کی آخری رکعت میں التحیات میں بیٹھتے ہیں تو درود شریف پڑھتے ہیں۔ درود شریف پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلامتی بھیجا کرو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبا سجدہ کیا۔ ایک صحابی آپؐ کے قریب ہو گئے۔ جب آپؐ نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ اتنے لمبے سجدہ کا کیا سبب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل آئے تھے انہوں نے مجھے بتلایا کہ جو ایک دفعہ آپؐ پر درود بھیجے گا ہم دس بار اُس پر رحمت اور سلامتی نازل کریں گے۔ مَیں نے اِس وجہ سے یہ سجدۂ شُکر کیا تھا۔ بچّو! درود شریف پڑھنے کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق و محبّت حاصل ہوتا ہے ہم پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

مَیں نے کئی بار دیکھا چھوٹے چھوٹے بچّے تانگے میں بیٹھے سکول جا رہے ہیں اور بڑی پیاری آواز سے آواز ملا کر وہ لا الٰہ اِلّا اللّٰہ۔ لا الٰہ اِلّا اللّٰہ کا وِرد کر رہے ہوتے ہیں۔

بیٹا! یہ کلمہ توحید ہے۔ تم کہتے ہو خدا ایک ہے۔ اور کلمہ طیّبہ ہے لا الٰہ اِلّا اللّٰہ محمّدٌ رّسول اللّٰہ کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں۔

اِسی طرح ایک درود ہے جو آپ نماز میں پڑھتے ہیں اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ سے لیکر اِنّک حمیدٌ مجید تک۔ لیکن اِسے آپ مختصر کر کے ہر وقت پڑھ سکتے ہیں۔ سکول جاتے وقت سکول سے آتے وقت۔

اللّٰھمّ صَلِّ علیٰ محمّدٍ وّاٰلِ محمّدٍ

اے اللہ محمدؐ اور آپؐ کی آل پر رحمتیں نازل فرما۔

بچّو! اِس کثرت سے اِسے پڑھا کرو کہ تمہیں خود لذّت آنے لگ جائے۔ دیکھو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ایک رات مَیں نے اِس کثرت سے درود پڑھا کہ میرے دل و دماغ معطّر ہو گئے۔ پیارے بچّو! درود شریف کی خوشبو سے فضا کو معطّر کر دو۔ اپنے گھر کو معطّر کر لو۔ اپنے آپ کو معطّر کر لو۔

پیارے آقا کا محبّت بھرا سلام

۲۴ اگست کی اطلاع مظہر ہے کہ:-

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا سلام کہتے ہیں۔

نیز تمام احبابِ جماعت کو قربانیوں کی عید مبارک کہتے ہیں۔